

اللَّهُ

خطبات حضرت محمد

جلد سوم

- محبت الہی
- معراج النبی ﷺ
- عاجزی و انکساری
- دنیا کی مذمت
- دینی مدارس کی اہمیت
- صحبت صلحاء
- عظمت قرآن

پیر طریقت، رہبر شریعت، مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ

223 سنت پورہ، فیصل آباد

+92-041-2618003

مکتبہ الفقیر

خطبات فقیر

جلد سوم

از افادہ :

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

- محبت الہی ➤
- معراج النبی ﷺ ➤
- عاجزی و انکساری ➤
- دنیا کی مذمت ➤
- دینی مدارس کی اہمیت ➤
- صحبت صلحاء ➤
- عظمت قرآن ➤

مرتب : محمد حنیف نقشبندی مجددی

ناشر مکتبۃ الفقیر فیصل آباد

خطبات فقیر جلد سوم	نام کتاب
حضرت علامہ محمد تقی عثمانی	از افادات
محمد حنیف نقشبندی مجددی	مرتب
مکتبۃ النقیس 223 سنت پورہ فیصل آباد	ناشر
نومبر 1999ء	اشاعت اول
نومبر 2000ء	اشاعت دوم
اکتوبر 2001ء	اشاعت سوم
جون 2003ء	اشاعت چہارم
جون 2004ء	اشاعت پنجم
مئی 2005ء	اشاعت ششم
مارچ 2006ء	اشاعت ہفتم
اپریل 2007ء	اشاعت ہشتم
جنوری 2008ء	اشاعت نہم
اکتوبر 2008ء	اشاعت دہم
مارچ 2009ء	اشاعت گیارہ
اکتوبر 2009ء	اشاعت بارہ
مئی 2010ء	اشاعت تیرہ
فقیر شاہ محمود نقشبندی	کمپیوٹر کمپوزنگ
1100	تعداد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جلسه ۱۴۰۰

The image features the Basmala (Bismillah) in a highly stylized, bold black calligraphic font. Five vertical arrows of varying lengths point upwards from the top of the letters, creating a sense of ascent and direction. The calligraphy is dense and intricate, with various diacritics and decorative elements. A small signature or date 'جلسه ۱۴۰۰' is visible at the bottom right of the calligraphic composition.

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
32	نبی کریم کی اللہ تعالیٰ سے محبت		13	محبت الہی	1
33	حضرت عبد اللہ ذوالجبارین اور محبت الہی		13	تقین اول	
35	قابل رشک سفر آخرت		13	اللہ تعالیٰ کی پسند	
35	اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت افزائی		14	کامل مومن کی نشانی	
36	حضرت عمرؓ کی حسرت		15	صفات اور صاحب صفات سے اللہ تعالیٰ کی محبت	
36	حضرت زینرہؓ اور محبت الہی			ایک مستند دلیل	
37	حضرت آسیہؓ کے عشق و محبت کی داستان		15	اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت	
42	ایک صحابیؓ کی محبت کا واقعہ		16	دلائل سے وضاحت	
42	دل کس کے لئے ہے		16	کفار سے محبت کرنے کی مذمت	
42	محبت الہی اللہ کی نظر میں		17	اللہ تعالیٰ کا کوئی بدل نہیں	
43	سیدنا ابیہم کی اللہ تعالیٰ سے شدید محبت		18	اللہ تعالیٰ سے محبت کی روایتی وجوہات	
44	محبت کا معیار		18	پہلی وجہ	
44	سلف صالحین کا محبت الہی میں استغراق		18	دوسری وجہ	
46	مستجاب الدعوات لوگوں کی پہچان		20	تعمیل ایمان کا معیار	
46	اطاعت کا سرچشمہ		21	انسان کی پانچ خامیاں	
47	خانقاہِ اعلیٰ میں عاشقوں کا مجمع		21	انسان خالم ہے	
47	محبت کے غلبہ میں دوہڑوں کی لڑائی		21	انسان جاہل ہے	
48	حضرت شبلیؒ پر محبت الہی کا رنگ		22	انسان جلد باز ہے	
48	محبوب سے ملاقات کا لطف		22	انسان تھوڑے دل والا ہے	
48	بیتوں کی ایک نمازی کو سرزنش		23	انگیزا سودا	
49	محبت والوں کی نمازیں		24	عشق الہی کی اہمیت	
50	محبوب سے وصل کے بہانے		27	اللہ سے اللہ کو مانگئے	
50	مشاہدہ حق کاراز		27	رہو بھر یہ کی اللہ سے محبت	
51	سچے صوفی کی پہچان		28	جھوٹی محبت والے	
52	محبت الہی میں سرمست نوجوان کے اشعار		28	شاہ فضل الرحمنؒ حنج مراد آبادی کی محبت	
53	عشق الہی کا عجیب اظہار		29	محبت الہی کی لذتیں	
53	خواجہ غلام فرید کے اشعار محبت		29	عشق ایک آگ ہے	
56	محبت الہی پر لاکھ روپے کا شعر		30	عشق الہی کی شدید کمی	
			31		

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
91	معراج النبی ﷺ	2	56	حضرت چلائی کے اشعار محبت	
91	نبی کا مقام		57	عاشق کا کام	
91	کن دنوں کو یاد کرنے کا حکم دیا؟		58	محبت الہی پیدا کرنے کے ذرائع	
92	اسلامی مہینوں میں قربانیاں		59	چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا	
92	اعلان نبوت		62	فنائی اللہ کا مقام	
93	اعلان نبوت کے بعد عزیزوں کا حال		63	چاروں کی چاندنی	
93	واقعہ اہل طالب		63	ایک آیت کی تفسیر	
94	وحی الہی یا نبی سے آپ کی مدد		64	ہبت اللہ کے مفہوم میں وسعت	
94	حضور کے چچا کا آپ کے ساتھ رویہ		65	مردہ دل کی پہچان	
95	عام الحزن		65	دل کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے	
95	سفر طائف کا ارادہ		66	مومن کی دعا کی شان	
98	آغاز سفر		66	محبت الہی کے اثرات	
99	سفر معراج		67	حضرت عیسیٰ کی مثال	
100	جنت کے مناظر		67	آئی، بی پولیس کی مثال	
100	جہنم کے مناظر		68	ایک صحابی کی گفتار میں تاثیر	
101	تقریب بازون کا انجام		72	حضرت محمد رسول کی نگاہ میں تاثیر	
101	شراب نوشی کا انجام		74	حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی گفتار میں تاثیر	
102	خانہ کے ساتھ بدسلوکی کرنے والیوں کی سزا		75	شاہ عبدالقادر کی نگاہ میں تاثیر	
102	مغزوری کا انجام		75	مفتی لطف اللہ کے کردار میں تاثیر	
103	بددیانتی کا انجام		77	ایک عورت کی برکت سے قحط سالی ختم	
103	بے نمازی کا انجام		79	محبت الہی سے ذات میں تاثیر	
103	زن کاری کا انجام		80	محبت الہی سے ہاتھ تاثیر	
104	عبت کرنے والوں کا انجام		82	سات آدمیوں کی برکت	
104	آگے کا سفر		82	ایک غلط فہمی کا ازالہ	
104	رویہ جبرائیل ثانیہ		83	محبت الہی کا رنگ	
105	سدرۃ المنتہی کی کیفیت		83	مولانا محمد علی جوہر پر محبت الہی کا رنگ	
106	چار نہریں		85	عشق و محبت کی دکانیں	
106	رویہ الہی		86	عشق کی ایک دکان کا آنکھوں دیکھا حال	
109	قرب الہی		87	محبت کا سلگنا اور بھروسہ	

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
127	تین زمانے	110	نماز کا تھد	
128	حضرت عمرؓ کے فضائل	111	نظام کائنات کا موقوف ہونا	
128	حضرت عمرؓ کی عاجزانہ دعا	111	جدید سائنس اسلام کی دلہیز پر	
129	ہماری حالت زار	112	ایک دلچسپ حکایت	
129	حضرت عمرؓ کی عاجزی کا ایک اور واقعہ	113	قریش مکہ کی حیرانی	
130	حضرت علیؓ عاجزی	114	حضرت ابو بکر صدیقؓ کی گواہی	
131	عزازیل شیطان کیسے بنا؟	115	واقعہ معراج کی حکمتیں	
131	ہمارا اصل دشمن	115	محبوبؑ سے بلا واسطہ گفتگو	
132	نفس کو مارنے کا مطلب	115	ملائکہ کو اپنے محبوب کا دیدار کروانا	
132	مقام تسخیر	116	فرشتوں پر اپنے محبوب کی برتری کا اظہار	
133	عاجز اور فقیر کا لفظ	117	اپنے محبوب کو امام الکل ثابت کرنا	
133	لفظ عاجزی کی تحقیق	117	کفار مکہ کی پستی	
133	بجری کا انجام	117	محبوبؑ کی ولداری	
134	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	118	عیسائیوں کے زعم باطل کا تور	
135	عزتوں بھری زندگی کا راز	118	مشاہدہ حق کے ساتھ حمد و ثناء	
135	محاسبہ نفس کا طریقہ	119	اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی سیر	
135	حضرت محمدؐ و الف باہی کا فرمان	119	شفاعت میں آسانی	
135	حضرت بلعہ شاہ کا کلام	121	رحمت خداوندی کا اظہار	
136	شیخ سعدی کا فرمان	122	زمین اور آسمان کے مدارج میں برابری	
137	ایک عجیب تاویل	123	عاجزی و انکساری	3
137	بدال کا مقام کیسے ملا؟	123	احسانات خداوندی	
138	جنہم کی آگ حرام ہو گئی	124	خاک کی عظمت	
138	امام برحق کی پہچان	124	تصوف کسے کہتے ہیں؟	
139	خواجہ فضل علی قریشی کا مقام	125	اپنی میں کو منالو	
140	دور استے	125	تصوف کی بنیاد	
141	ایک سبق آموز واقعہ	125	سیدنا صدیق اکبرؓ کی عاجزی	
		126	سیدنا عمرؓ ابن الخطابؓ کی عاجزی	
		127	عجب مملک ترین مرض ہے	

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
163	اکرام اور تواضع میں فرق		145	مفتی محمد حسن کی بے نفسی	
163	حضرت سفیان ثوریؒ اور ان کے ساتھیوں کا زہد		145	مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی عاجزی	
166	حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا زہد		148	خواجہ عبدالملک صدیقیؒ کی عاجزی	
166	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا زہد		150	حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ کی عاجزی کا واقعہ	
167	امام شافعیؒ کا فتویٰ				
167	ایک فقیر کی دنیا سے بے رغبتی		151	حضرت مولانا سعید احمد گوہانویؒ کی عاجزی	
169	لحد و فکر یہ		153		4
171	دینی مدارس کی اہمیت	5	153	دنیا کی مذمت	
171	دو عظیم نعمتیں		153	دنیا کی بے ثباتی	
171	دور حاضر میں علم و عمل کی تنزیلی		153	سچے صوفی کی پہچان	
172	ایک غلط فہمی کی بنیاد		154	اور او دو وظائف کا بنیادی مقصد	
173	دینی علوم لہدی ہیں		154	گناہوں سے چھنے کی دو صورتیں	
173	عصری علوم ناقص ہیں		155	سب سے بڑی باطنی بیماری	
174	دنیا سے محبت کا نتیجہ		156	دنیا سے منہ موڑنے کا مطلب	
174	پی ایچ ڈی ڈاکٹر کی زیوں حالی		156	دنیا کسے کہتے ہیں؟	
175	دنیاوی سوچ کے تاثرات		157	دنیا کی طلب کون کرتا ہے؟	
175	صحیح نقطہء نظر		158	اجتماعِ سالکین کا بنیادی مقصد	
176	آج کا عنوان		158	ایمان کی کشتی کیسے ڈوبتی ہے؟	
176	دنیاوی مال کی بے ثباتی		158	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دنیا سے بے رغبتی	
177	مال اور علم کا موازنہ		159	عوام الناس کے لئے ایک خاص رعایت	
177	مقصد زندگی		159	دنیا کو ذلیل کر کے دل سے نکالنے کا طریقہ	
179	قوم کے محسن		160	دنیا کی محبت کا عملی زندگی پر اثر	
179	علمائے کرام کا فرض منصبی		160	صحابہ کرام کی سب سے بڑی کرامت	
180	اللہ تعالیٰ کی فوج		161	دنیا اور آخرت دو بہنیں ہیں	
181	صحابہ کرامؓ کی جماعت نبی اکرمؐ کے علم و عمل کی محافظ		161	سونے کی بدبو	
			162	ہاروت ماروت سے بڑی جادو گرئی	
			163	دنیا داروں کی تعظیم کے نقصانات	

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
200	ایک عقلی دلیل		181	مثال 1	
200	حضرت مرشد عالم کا اظہار افسوس		181	مثال 2	
201	اکابرین امت اور ضرورت مرشد		182	مثال 3	
201	امام عزائی کے نزدیک تحصیل علم کے مقاصد		183	مثال 4	
203	رضائے خداوندی کی اہمیت		183	تاہمین اور حفاظت دین	
203	امام زین العابدین کی اپنے پیچھے کو وصیحت		184	علمائے ہند کا شاندار ماضی	
204	مولانا سحیحی کا ملفوظ		184	حضرت مجدد الف ثانی کی شہنشاہ جہانگیر سے مکر	
204	ایچھے اور برے دوست کی مثال		185	خاندان شاہ عبدالرحیم اور حفاظت دین	
205	تاہض کی صحبت کے اثرات		186	انڈیا میں انگریز کا تسلط	
205	اللہ والوں کا فیضان نظر		187	دارالعلوم دیوبند کے سپوت	
206	سالکین طریقت کا بنیادی مقصد		187	ترانہ دارالعلوم دیوبند	
207	صحبت نبوی کے اثرات		188	مسجد میں نوحہ کر رہی ہیں	
208	سیدنا امیر معاویہ کی فضیلت		188	انگریزی خواہ طبقہ کی زبوں حالی	
208	پیر گلچیر		189	علمائے ربانیین کی دین پر استقامت	
208	ایک نقلی پیر کی حکایت		189	وسط ایشیا کا علمی قرض	
209	مرید کی ڈانٹ ڈپٹ کیوں ضروری ہے؟		190	چوں کی تربیت کا انگریزی طریقہ	
210	ڈانٹنے وقت مشائخ کی کیفیت		191	لحمہ فکریہ	
210	حضرت حاجی امداد اللہ ماجرگی کا عجز		192	ایک دلچسپ کہانی	
211	پیر اور مولوی کے ہونٹوں کا سینٹ		194	قوم کا سرمایہ	
211	لحمہ فکریہ		194	ففتوں کا توڑ	
213	عظمت قرآن	7	196	گناہوں کی آگ	
213	انسانیت کے لئے آب حیات		197	چڑیا کی وفاداری	
214	عبادت ہی عبادت		197	دنیا میں علماء کی ضرورت	
214	رحمت الہی کی برسات		197	جنت میں علماء کی ضرورت	
214	دل کاہر تن سیدھا کر لیں		199	صحت صحابہ	6
215	قرآن مجید پڑھنے کی لذت		199	رجال اللہ کی ضرورت	

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
235	کفار کی مایوسی		215	زندہ لوگوں کا شہر	
236	اللہ تعالیٰ کی مدد		216	ضمیر کی لاش	
237	اتنی بڑی گارنٹی.....!!!		216	قرآن سننے کے لئے فرشتوں کا نزول	
237	جنگ خندق میں نصرت خداوندی		217	ابو بکرؓ اور عمرؓ کا قرآن پڑھنا	
238	ظاہر و باطن کو نکھارنے کا نسخہ		218	خلوص ہو تو ایسا	
238	نسخہ شفاء		218	ایک عجیب شکوہ	
			219	قرآن سے لگاؤ کا ایک عجیب واقعہ	
			220	تلاوت قرآن کے وقت صحابہ کی کیفیت	
			221	قرآن مجید سے عشق	
			221	قرآن مجید کا ایک عجیب معجزہ	
			224	ایک غیر مسلم پر سورۃ فاتحہ کا اثر	
			225	حضرت مرشد عالم کا فرمان	
			226	نسخہ کیمیا	
			226	صحابہ کرامؓ کی قرآن پر عمل	
			227	حضرت عمرؓ کی عزت افزائی	
			228	نسل در نسل قرآن کا فیض	
			229	قرآن پاک کی شفاعت	
			229	قرآن پاک پڑھنے والے کی شان	
			230	مجسم شکل میں قرآن	
			230	سورۃ ہقرہ کی اڑھائی سال میں تعلیم	
			231	سیدنا حسینؓ کا سبق آموز واقعہ	
			232	قرآن سے ہمارا سلوک	
			232	غلبہ کیسے ممکن ہے	
			233	اعلان خداوندی	
			234	کفار کی لا حاصل تدبیریں	



وَالَّذِينَ آمَنُوا

أَسَدًا وَحِبَابًا لِلَّهِ



مادہ پرستی کے اس پر آشوب دور میں اخلاق رذیلہ نے دلوں کی بستوں کو اجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ حب جاہ اور حب مال نے انسان کے اندر جھوٹ، لالچ، غیبت، دھوکہ دہی، بغض اور خود غرضی جیسے زہریلے جراثیم پیدا کر دیئے ہیں۔ علاوہ ازیں خواہشات نفسانی کے گھوڑے اس قدر بے لگام ہو چکے ہیں کہ ان کی لگا میں اطاعت ربانی اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑنے کے لئے بہت زیادہ قوت ایمانی کی ضرورت ہے۔ یہ قوت ایمانی حاصل کرنے کے لئے اہل دل حضرات کا وجود مسعود اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ ان اولیاء اللہ کے قلوب پر عرفان الہی کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ وہ جس انسان کے دل پر باطن توجہ ڈالتے ہیں وہ دل گل و گلزار بن جاتا ہے۔ ان کے فرامین عرفان الہی کی اس پھوار کی مانند ہیں جو انسانی دلوں میں بہا پیدا کر دیتی ہے۔

زیر نظر کتاب ایک ایسی نابغہ روزگار شخصیت، پیر طریقت، رہبر شریعت، شاعر عرب والجم، محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا ذوالفقار احمد نیشبندی مجددی دامت برکاتہم العالی مادامت النہار واللیالی کے خطبات بابرکات کا ایک نادر مجموعہ ہے۔ اس کا حاصل کرنے والوں کو گویا زبان حال سے یوں فرما رہے ہوں۔

مجھے درد دل ملا ہے سن لو اے دنیا و دہا

میں فقیر بے نوا ہوں مجھے مل گئی ہے شاہی

جس طرح اللہ والوں کی صحبت سے محبت الہی حاصل ہوتی ہے اور دنیا کی رغبت کم ہونا

شروع ہو جاتی ہے اسی طرح ان خطبات کا مطالعہ بھی قارئین کے دلوں میں محبت الہی پیدا

کرتا ہے اور دنیا سے بے رغبتی نصیب ہو جاتی ہے۔ دوران مطالعہ قارئین کو بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت اقدس دامت برکاتہم کی محفل میں بیٹھے سن رہے ہوں اور جب کوئی بات قارئین کے حسب حال سامنے آتی ہے تو یوں لگتا ہے گویا خود حضرت اقدس دامت برکاتہم علیحدگی میں بیٹھے سمجھا رہے ہوں۔ علاوہ ازیں ان خطبات کے انداز بیان میں اتنی شیرینی ہے کہ قارئین کے دلوں میں معرفت الہی کارس گھول دیتے ہیں۔

اس عاجز نے تمام خطبات لکھ کر حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں تصحیح کے لئے پیش کئے۔ آپ نے اپنی گونا گوں بین الاقوامی مصروفیات کے باوجود ان خطبات کی نہ صرف تصحیح ہی فرمائی بلکہ ان کی ترتیب و تزئین کو پسند بھی فرمایا۔

قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں اگر کہیں کمی پیشی پائیں تو وہ اس عاجز کی طرف ہی منسوب کریں اور اس کمی پیشی سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اس طرح آئیڈیشن میں درستی کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

ان خطبات کی ترتیب میں جناب بھائی محمد سلیم صاحب (مرتب کے ہم زلف) ڈاکٹر شاہد محمود صاحب (ناظم جامعۃ الحبیب فیصل آباد) اور حکیم عبدالصبور صاحب نے قلمی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اجر جزیل نصیب فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

اللہ رب العزت اس عاجز کو مرتے دم تک حضرت اقدس دامت برکاتہم کے زیر سایہ ”خطبات شریف“ کی ترتیب و تزئین کی ذمہ داری محسن و خوبی سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

فقیر محمد حنیف عفی عنہ

ایم اے۔ بی ایڈ

موضع باغ، ضلع جھنگ

محبت الہی

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى، أَمَا بَعْدُ
فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۝ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝
وَسَلَّمَ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

تعیین اول :

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: كُنْتُ كَنَزًا
مُخْفِيًّا فِي سِتْرٍ مِنْ عِزِّي فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فِي سِتْرِي فَابْحَثُوا فِي سِتْرِي
جَاؤُوا فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ بِيْنِي فِي سِتْرِي فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ بِيْنِي فِي سِتْرِي
کاجو چیز ذریعہ بنی وہ محبت تھی۔ گویا تعین اول تعین جہی ہے۔
اللہ تعالیٰ کی پسند :-

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اب چاہتے کیا ہیں؟ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ
کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے۔ یہ میرے ایسے بندے بن کر رہیں
کہ ان کے دل میری محبت سے لبریز ہوں، ان کے دلوں پر۔۔۔ میری محبت چھائی ہوئی
ہو۔ یعنی ان کے دلوں میں اللہ آیا ہوا ہو، ان کے دلوں میں اللہ سما ہوا ہو، بلکہ ان
کے دلوں پر اللہ چھایا ہوا ہو۔

کامل مومن کی نشانی :

انسان کے جسم کے ہر عضو کا کوئی نہ کوئی کام ہے۔ آنکھ کا کام ہے دیکھنا، کان کا

کام ہے سننا، زبان کا کام ہے بولنا اور دل کا کام ہے محبت کرنا۔ دل یا تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا یا پھر مخلوق سے۔ اس کے دل میں یا تو آخرت کی محبت ہوگی یا پھر دنیا کی۔ آخرت کی محبت سے دل میں نیکی کا شوق پیدا ہوتا ہے جب کہ دنیا کی محبت کے بارے میں حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ دُنْيَا كِي مَحَبَّتِ تَمَامِ بَرَايِي كِي جُزْ هِي۔ مشائخ کرام نے اس کی آگے پھر تفصیل بیان کر دی کہ وَتَرَكْهَا مِفْتَا حُ كُلِّ فَضِيْلَةٍ اس کا ترک کر دینا ہر ایک فضیلت کی کنجی ہے۔ دنیا کی محبت کا دل سے نکل جانا اور پروردگار کی محبت دل میں سما جانا کامل مومن ہونے کی نشانی ہے۔

صفات اور صاحب صفات سے اللہ تعالیٰ کی محبت :

قرآن پاک میں مومنین کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں۔ جو اللہ رب العزت کو اتنی پسندیدہ ہیں کہ مولا کریم نے ان صفات والے بندوں کے بارے میں اعلان فرمادیا کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ مثلاً فرمایا وَ أَحْسِنُوا تَم نِي كِي كَرُو، نِي كُو كَار بِن جَاوُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک اللہ رب العزت نیکوکاروں سے محبت فرماتے ہیں۔ وَيُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهَّرِيْنَ اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ اللہ رب العزت کو ان صفات سے محبت ہے۔

جس انسان میں یہ صفات آجائیں گی وہ انسان بھی اللہ رب العزت کا محبوب بن جائے گا۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ ان تمام صفات کے جامع تھے۔ یہ کمالات نبی کریم ﷺ میں نقطہء کمال تک موجود تھے۔ اسی لئے آپ ﷺ اللہ رب العزت کے

انسان اللہ کی نظر میں محبوب بن گیا۔ اب یہ معاملہ ہم پر ہے کہ ہم کتنی سنتوں کو اپناتے ہیں اور اللہ رب العزت کی نظر میں محبوب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا، قُلْ كَمَا دُعِيتُمْ تَدْعُونَ اے لوگو! اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ اَگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو فَاتَّبِعُونِي تم میری اتباع کرو يُحِبِّكُمُ اللّٰهُ رَبُّ الْعِزَّةِ تم سے محبت فرمائیں گے۔

دلائل سے وضاحت :

کوئی آدمی کہہ سکتا ہے کہ جی کیا دلیل ہے کہ بدوں سے اللہ رب العزت کو محبت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بدوں پر مہربان بھی ہے، کریم بھی ہے۔ اللہ کی سو صفات ہیں مگر یہ دلیل کہاں کہ اللہ رب العزت کو محبت ہے؟ اس کے بارے میں علمائے کرام نے دلائل لکھے ہیں۔ ایک موٹی سی دلیل جو عام بدے کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے یہ دی کہ جب کسی سے بدے کو محبت ہو تو بدہ اپنے محبوب کو جو مرضی آئے دیتا ہے اور خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو، وہ اسے تھوڑا ہی سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں تو کچھ اور بھی کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ محبت جو ہوتی ہے۔ اور اگر محبوب تھوڑا سا کچھ اسے دے دے تو وہ اسے بہت زیادہ سمجھتا ہے، پھولے نہیں سماتا کہ محبوب نے مجھے تحفہ اور ہدیہ بھیجا ہے۔ اسی اصول کو قرآن میں دیکھئے۔ اللہ رب العزت نے بدوں کو دنیا کی ہزاروں نہیں باسہ اس سے بھی زیادہ نعمتیں عطا فرمائیں مگر ان تمام نعمتوں کو سامنے رکھ کر فرمایا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع تو تھوڑی سی ہے۔ مگر جب اس کے بدے نے اپنے پروردگار کو لیٹے یا بیٹھے تھوڑی دیر کیلئے یاد کیا۔ عمل اگرچہ تھوڑا سا تھا، چند ساعت کا عمل یا سو پچاس سال کی زندگی کا عمل مگر چونکہ محبوب کی طرف سے عمل ہوا تھا، اس لئے ارشاد ہوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۔ سبحان اللہ! جو محبوب نے عمل کیا اس کیلئے کثیر کا لفظ استعمال فرمایا اور جو خود عطا فرمایا اس کیلئے قلیل کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت کو اپنے بندوں سے محبت ہے۔

قرآن مجید میں بھی اللہ رب العزت نے اس محبت کا اظہار کر دیا ہے، فرمایا اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللّٰهُ تَعَالٰى اِيْمَانِ وَالْوَالِدُوْنَ كَادُوْسَتْ هِيَ۔ حالانکہ یوں بھی فرما سکتے تھے کہ جنہوں نے کلمہ پڑھا وہ اللہ کے دوست ہیں، حق بھی یہی بنتا تھا۔ مگر نہیں، محبت کا تقاضا کچھ اور تھا۔ اسی لئے اس نسبت کو اپنی طرف کیا۔ سبحان اللہ! کیا کریمی ہے اس پروردگار کی! اس بندے کی کتنی ہمت بندھائی کہ اس نے کلمہ پڑھ کر تصدیق کی اور پروردگار نے محبت کا اعلان فرمادیا۔ سبحان اللہ

کفار سے محبت کرنے کی مذمت :

اللہ تعالیٰ کو ایمان کے ساتھ ذاتی محبت ہے اور کفر کے ساتھ ذاتی عداوت ہے۔ لہذا جو کوئی آدمی کفار کے طریقے کو پسند کرے گا اس کے بارے میں فرمایا مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا ہم اسی قوم سے اس کو اٹھائیں گے۔ جو کفار کے رسم رواج، عادات، لباس یا کسی اور چیز سے بھی محبت کرے گا گویا وہ اللہ رب العزت کی محبت سے محروم ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ ہندوؤں کی دیوالی کا دن تھا۔ ہندو لوگ دکانوں مکانوں اور انسانوں پر رنگوں کا چھڑکاؤ کر رہے تھے۔ ایک بوڑھا مسلمان کسی گدھے کے پاس سے گزرا تو گدھے پر پان والی تھوک پھینک کر کہا، تجھے ہندوؤں نے رنگین نہیں کیا، لو میں تمہیں رنگ دیتا ہوں۔ وہ بڑے میاں جب فوت ہوئے تو کسی کو خواب میں ملے۔ حال پوچھنے پر کہا کہ میں سخت عذاب میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو کفار کے ساتھ میری اتنی سی مشابہت بھی پسند نہ آئی۔ اللہ اکبر

اللہ تعالیٰ کا کوئی بدل نہیں :

دنیا کی ہر مالی چیز کا بدل ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا بدل تو امکان سے بھی خارج

ہے۔ شاعر نے کہا

لِكُلِّ شَيْءٍ إِذَا فَارَقْتَهُ عَوَضٌ
وَلَيْسَ لِلَّهِ إِنْ فَارَقْتَ مِنْ عَوَضٍ

دنیا کی کسی بھی چیز سے تو جدا ہوا تو تیرے لئے بدل ہو گا اگر تو اللہ تعالیٰ سے جدا

ہو گیا تو تیرے لئے کوئی بدل ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی دو بڑی وجوہات :

اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں کیوں ہونی چاہئے؟ اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں

سے دو وجوہات بہت بڑی ہیں۔

پہلی وجہ :

ایک تو یہ کہ عام دستور ہے کہ ہمدے کے اوپر جس کی مہربانیاں۔ اور عنایات ہوں وہ اپنے محسن کا ممنون بھی ہوتا ہے اور اس سے محبت بھی کرتا ہے۔ میرے دوستو! ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ذرا شمار تو کر کے دیکھیں مگر وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا کے مصداق ایک ہی نتیجہ نکلے گا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن ہی نہیں سکتے۔ آپ سوچئے تو سہی کہ کوئی آدمی بارش کے قطروں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ سارے سمندروں کے پانی کے قطروں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ آسمان کے ستاروں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ تاہم یہ عاجز ذمہ داری کے ساتھ

عرض کر رہا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ آسمان کے ستاروں کو گن لیا جائے، یہ ممکن ہے کہ دنیا کے سمندروں کے پانی کے قطروں کو گن لیا جائے، یہ ممکن ہے کہ ساری دنیا کی ریت کے ذرات کو گن لیا جائے لیکن میرے دوستو! اللہ رب العزت کی نعمتوں کو گننا انسان کیلئے ممکن نہیں ہے۔ اگر وہ پروردگار بیٹائی عطا نہ کرتے تو ہم ناپینا ہوتے، اگر وہ گویائی عطا نہ فرماتے تو ہم گونگے ہوتے، اگر سماعت عطا نہ کرتے تو ہم بہرے ہوتے، اگر وہ پاؤں نہ دیتے تو ہم لنگڑے ہوتے، ہم لو لے ہوتے، اگر وہ صحت نہ دیتے تو ہم بیمار ہوتے، اگر وہ مال نہ دیتے تو ہم غریب ہوتے، اگر وہ عزت نہ دیتے تو ہم ذلیل ہوتے، اگر وہ اولاد نہ دیتے تو ہم لا ولد ہوتے، اگر وہ سکون نہ دیتے تو ہم پریشان ہوتے۔

میرے دوستو! یہ پروردگار کی نعمتیں ہی تو ہیں کہ ہم عزت بھری زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ کوئی ہمارا کمال ہے؟ نہیں، یہ کمال والے کا کمال ہے۔ اگر وہ کسی کی حقیقت ظاہر کر دے تو ہم میں سے کوئی ناپ تول کے قابل نہیں ہے۔ کون ہے جو اپنے آپ کو محاسبہ کیلئے پیش کر سکے۔ ایک بزرگ نے اکمال الشیم میں ایک بات لکھی ہے۔ وہ سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا اے دوست! جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی جس نے اپنی رحمت کی چادر سے چھپایا ہوا ہے۔ تو چونکہ عام دستور کے مطابق انسان اپنے محسن سے محبت کرتا ہے اس لئے ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات کو سامنے رکھ کر اس سے محبت کریں۔ کہتے ہیں ناں "جس کا کھائے اس کے گن گائیے"۔ اسلئے ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اللہ رب العزت کی یاد دل میں رکھیں اور اسی کے حکموں کے مطابق زندگی گزاریں۔

دوسری وجہ :

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ قادر مطلق اور فاعل حقیقی وہی ذات ہے۔ وہی فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے ہونا تو وہی ہے جو وہ چاہے گا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ سیدنا نوح علیہ (الصلوة) چاہتے ہیں کہ میرا بیٹا حج جائے، اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں مگر وہی ہوا جو اللہ رب العزت نے چاہا، آنکھوں کے سامنے بیٹا غرق ہو گیا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ قربانی دینے کیلئے تیار ہیں فَلَمَّا أَسْلَمَا وَ نَلَّهُ لِلْجَبِينِ باپ نے بیٹے کو لٹالیا، چھری اوپر رکھ کر پھیرنا چاہتے ہیں، باپ ذبح کرنا چاہتا ہے اور بیٹا ذبح ہونا چاہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے لہذا وہاں بیٹے کی جائے کوئی اور جانور ذبح ہو جاتا ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ چاہتے ہیں کہ آپ کے چچا ابو طالب ایمان لے آئیں۔ اس کیلئے بہت کوششیں فرمائیں حتیٰ کہ آخری وقت میں فرمایا، میرے چچا! میرے کان میں کلمہ پڑھ لیں میں قیامت کے دن گواہی دے دوں گا مگر اللہ رب العزت فرماتے ہیں، اے میرے محبوب ﷺ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ آپ اس کو ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ چاہیں بلکہ جسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اسے ہدایت دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ پانی میں شہد ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔ کسی وجہ سے آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آج کے بعد شہد ملا پانی نہیں پیوں گا۔ مگر اللہ رب العزت نے نہیں چاہتے کہ ایسا ہو، لہذا ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ نَبَتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ 0

میرے دوستو! جب یہ انبیاء اور سید الانبیاء علیہ (الصلوة) بھی اللہ رب العزت کے سامنے عاجز ہیں اور ان کی بھی وہی بات پوری ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو پھر کیوں نہ ہم بھی اسی پروردگار عالم کی محبت کا دم بھریں۔

تکمیل ایمان کا معیار :

بلکہ جس سے وہ پروردگار محبت فرمائے اس سے محبت کریں اور جس سے اس کو عداوت ہے ہم بھی اس کے ساتھ عداوت رکھیں۔ اسی لئے حدیث مبارکہ میں آیا مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی، اللہ تعالیٰ کیلئے نفرت کی، اللہ تعالیٰ کیلئے ہی دیا اور اللہ تعالیٰ کیلئے منع کیا اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔ تو سیدھی سی بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہمیں اپنے پروردگار سے محبت کرنی ہے۔ یہ محبت اور عشق جب تک دل میں نہیں ہوگا اس وقت تک ایمان حقیقی کی لذت نصیب نہیں ہوگی۔

انسان کی پانچ خامیاں

اب ایک اور انداز میں بات کو سمجھنے کی کوشش کریں..... جس مشین کو کسی نے بنایا ہو وہ اس کی صفات اور نقائص کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اس لئے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ انسان کا حدود اربعہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں انسان کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں مثلاً اشرف المخلوقات فرمایا گیا وہاں اس انسان کی پانچ خامیوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

انسان ظالم ہے :

ایک خامی یہ ہے کہ ظَلُمَ مَا لِعَيْنِي یہ ظالم ہے۔ لیکن ایک بات بالکل واضح ہے کہ کسی میں ظلم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں عدل کے ہونے کی استعداد موجود ہے۔

انسان جاہل ہے :

دوسری خامی یہ بتائی کہ جَهُولًا یعنی انسان جاہل ہے۔ یہاں بھی دیکھیں کہ جاہل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں علم حاصل کرنے کی استعداد موجود ہے۔ گویا یہ دو الفاظ (ظالم اور جاہل) جہاں انسان کے عیب ظاہر کرتے ہیں وہاں اس خوبیوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ اگر انسان محنت کرے گا تو یہ اپنے ظلم کو عدل میں اور اپنے جہل کو علم میں بدل سکتا ہے اور اگر یہ محنت نہ کرے تو یہ ظالم بھی ہوگا اور جاہل بھی۔

انسان کمزور ہے :

تیسری خامی بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا خَلِقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا کہ انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے انسان کو ضعیف البیان کہتے ہیں۔ یہ اتنا کمزور ہے کہ اس کے دماغ میں ایک Fear of unknown (اجنبی سا خوف) بر وقت رہتا ہے۔ دیکھئے کہ امریکہ کا صدر بل کلنٹن اپنے آپ کو سپر پاور کہتا ہے مگر نجومی کو بلا کر پوچھتا ہے کہ اگلے دنوں میں میرا کیا بنے گا۔ مادی اعتبار سے اتنی طاقت ہے کہ اس کے ہاتھ میں ریوٹ کنٹرول ہے مگر کمزور ہونے کی وجہ سے اندر ڈر بھی ہے کہ پتہ نہیں مستقبل میں میرے ساتھ کیا ہوگا۔ انسان اتنا کمزور ہے کہ ایک چھوٹا سا وائرس اسے بیمار کر دیتا ہے اور حکیم ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ لا علاج مرض ہے۔ حالانکہ وہ وائرس اور جرثومہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ انسان آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا مگر وہی چھوٹا سا جرثومہ انسان کو موت کے نشہ میں دھکیل دیتا ہے۔

انسان جلد باز ہے :

چوتھی خامی یہ بتائی کہ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا۔ عجولا کا مطلب ہے

جلد باز۔ یہ انسان اپنی سرشت کے اعتبار سے جلد باز ہے۔ چنانچہ چار دن نوافل پڑھے گا اور پانچویں دن امید کرے گا کہ شبلیؑ اور جنید بغدادیؒ کی طرح میری دعائیں قبول ہونی چاہئیں۔ ایک دعا کو دو دفعہ مانگ لے تو کہتا ہے کہ اب تو یہ دعا ضرور پوری ہونی چاہئے۔ اللہ کے بندے! اللہ رب العزت نے نماز کا حکم ساڑھے سات سو مرتبہ سے زیادہ دیا، اس کو تو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا مگر خود اگر کسی کو تین دفعہ ایک کام کہہ دے تو چوتھی دفعہ غصہ سے آنکھیں سرخ کر کے کہتا ہے کہ تو نے سنا نہیں، تجھے تین دفعہ کہا ہے۔ اس مالک الملک نے، اس احکم الحاکمین نے لَهْ مَقَالِیْنِدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جس کے ہاتھ میں آسمان اور زمین کی کنجیاں ہیں ساڑھے سات سو مرتبہ سے زیادہ نماز کا حکم دیا مگر ہم اللہ اکبر کی آواز سن کر پھر بھی مسجد میں نہیں آتے تو ہم نے اس کے حکم کا کیا بھرم رکھا؟ یہ انسان کی جلد بازی ہی ہے کہ تھوڑی سی محنت پر بڑی بڑی توقعات وابستہ کر لیتا ہے۔

انسان تھوڑے دل والا ہے :

پانچویں خامی یہ بیان فرمائی کہ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا . ہلوعا عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے "تھوڑا دلا"، جی کا کچا، تھوڑے دل والا۔ تو یہ انسان تھوڑے دل والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خوشی ملنے پر پھول جاتا ہے اور تھوڑی سی پریشانی آنے پر مر جھا جاتا ہے۔ اگر اسے کامیابی ملے تو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ انٹرویو میں پاس ہو جائے تو کہتا ہے کہ جی ہاں، جب اس نے سوال پوچھا تو میں نے یہ جواب دیا، اس نے جب یوں کہا تو میں نے پھر یوں کہا اور میں کامیاب ہو گیا۔ اور اگر انٹرویو میں ناکام ہو جائے اور پوچھیں کہ عزیزم! کیا بنا؟ تو کہتا ہے، جیسے اللہ کی مرضی۔ جب کامیابی تھی تو اپنی طرف منسوب کی کہ میں نے یوں کیا، ناکامی ہوئی تو

اب اپنی طرف منسوب نہیں کرتا کہ میں نے گڑبڑ کی۔ " جیہڑا اٹھا کم۔ جی جو اللہ دی مرضی "۔ جناب اگر یہ اللہ کی مرضی ہے تو جو کامیاہیاں ملی تھیں کیا وہ اللہ رب العزت کی مرضی نہیں تھی۔ ہم کریڈٹ اللہ رب العزت کو کیوں نہیں دیتے۔ اس لئے کہ اس وقت ہمارا نفس ہم پر سوار ہوتا ہے۔ حالانکہ حق تو یہ تھا کہ ہم خوبیوں کو اس کی طرف منسوب کرتے اور خامیوں کو اپنی طرف منسوب کرتے۔

انتابرا سودا :

اب بتائیے کہ انسان میں یہ کتنے بڑے بڑے نقائص ہیں۔ جس مشین میں اتنے بڑے نقائص ہوں بھلا اس مشین کو کوئی خریدتا ہے؟ کوئی نہیں خریدتا۔ مگر بشاعر نے ایک عجیب بات کہی :

تو بہ علم ازل مرا دیدی
دیدى آنگہ بعیب بخزیدی
تو بہ علم آں و من بعیب ہماں
رد مکن آنچہ خود پسندی

اے اللہ! تو نے مجھے ازلی علم کے ساتھ دیکھا۔ تو نے میرے تمام عیوب کے ساتھ مجھے دیکھا اور پھر خرید لیا۔ تو وہی علم والا ہے اور میں وہی عیبوں والا ہوں۔ اے اللہ! اب اسے رد نہ کر جسے تو نے خود پسند کیا تھا۔

یہاں پسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عیب تو اتنے زیادہ تھے مگر اللہ رب العزت نے اتنے عیبوں کے باوجود اپنی طرف سے سودا کر کے عہد نامہ لکھ دیا اور اس کا اعلان فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰ مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان کے جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

یہاں نام تو جنت کا لیا گیا مگر اس سے مراد باغات نہیں تھے بلکہ جنت کے اندر چونکہ اس کو اللہ رب العزت کا مشاہدہ نصیب ہو گا اس لئے گویا یوں فرمایا کہ ہم نے تمہاری جان اور مال کو اپنے مشاہدے کے بدلے میں خرید لیا کیونکہ وہاں مشاہدہ حق نصیب ہو گا یہ ممکن ہی نہیں کہ آدمی جنت میں بھی جائے اور مشاہدہ نہ ہو۔ سبحان اللہ کتنا بڑا سودا کیا۔ کہنے والے نے کہا:

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

محبت الہی کا جذبہ :

انسان کے اندر اپنی تخلیق کے اعتبار سے نقائص تو بہت ہیں مگر اس میں ایک عجیب جذبہ رکھ دیا گیا ہے۔ وہ جذبہ اگر آجائے تو انسان کی کمزوری کو اس کی قوت میں بدل دیتا ہے، انسان کے جہل کو اس کے علم میں بدل دیتا ہے، انسان کی کوتاہی کو اس کی خوبیوں میں تبدیل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جنت کا حق دار بن جاتا ہے۔ اس جذبہ کا نام "محبت الہی" ہے۔ یہ محبت الہی کا جذبہ انسان کیلئے ایسا ہے جیسے کسی پودے کیلئے پانی ہوتا ہے۔ پانی نہ ملے تو سرسبز پودے کے پھول اور پتیاں مرجھا کر زمین پر گر جاتی ہیں اور اگر اس مرجھائے ہوئے پودے کو پانی دے دیجئے تو وہ پھر کھل اٹھتا ہے۔ انسان کے اندر محبت الہی کے جذبہ کی مثال بھی یہی ہے کہ جس انسان میں محبت الہی کا جذبہ بیدار ہو جائے اس کی صفات کھلنا شروع ہو جاتی ہیں اور اس میں ایمان کی خوشبو آنے لگتی ہے اور خوشبو ماحول کو مہکا دیا کرتی ہے۔

عشق اور عقل کا موازنہ :

بسا اوقات انسان عقل کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے اور بسا اوقات محبت اور

عشق کے جذبہ کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ انسان کی عقل تو عیار ہے۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

عشق بچارہ نہ ملا ہے نہ واعظ نہ خطیب

جس بدہ میں عشق الہی کا جذبہ ہو اللہ رب العزت کے ہاں اس کی بڑی

قدر و قیمت ہے۔ اگر عقل کے زور پر عبادت کریں گے تو عبادت تو لکھی جائے گی مگر

یہ بنیاد کمزور ہے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

کہنے والے نے تو یہاں تک کہہ دیا:

نالہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی

اپنے سینے میں ذرا اور اسے تھام ابھی

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل

عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

عشق فرمودہء قاصد سے سبک گام عمل

عقل سمجھی ہی نہیں معنیء پیغام ابھی

بے خطر کود یڑا آتشِ نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عقل کھڑی دیکھ رہی ہوتی ہے اور عشق ان معاملات سے گزر جاتا ہے، ان

منزلوں کو عبور کر لیا کرتا ہے۔ عقل کی پرواز وہاں تک نہیں پہنچتی جہاں عشق کے

پروں سے انسان پہنچتا ہے۔

عشق الہی کی اہمیت :

کسی شاعر نے کہا :

عشق نہ ہو تو شرع و دین بتکدہء تصورات

عشق نہ ہو تو یہ شرع و دین فقط تصورات ہیں۔ ان میں جان نہیں ہوتی۔ ان میں

جان تب پڑتی ہے جب دل میں محبت الہی اور عشق الہی کا جذبہ ہو۔ پھر انسان کے

اعمال میں جان آتی ہے۔ اسی لئے مانگنے والوں نے عشق کی انتہا مانگی۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

چھوٹا سا دل ہوں مگر شوخ اتنا

وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں

یہ عشق ہی تو ہے جس نے دین میں رنگ بھر دیا ہے۔ محبت الہی نہ ہو تو پھر پیچھے کیا

رکھا ہے۔ اے اللہ! تیرے عشق کے سوا پھر پیچھے کیا چلا! ہمیں اللہ تعالیٰ سے اس کا

عشق مقصود بنا کر مانگنا چاہئے۔

اللہ سے اللہ کو مانگئے :

یہی عشق الہی والی نعمت ہی ہے جس کے حصول کیلئے ہمیں پوری زندگی عطا کی

گئی۔ اس لئے اگر انسان اللہ رب العزت سے مانگے تو اللہ رب العزت کو ہی مانگے،

اس کی محبت مانگے، اس کا عشق مانگے۔ آج اللہ تعالیٰ سے مال مانگنے والے بہت ہیں،

کاروبار مانگنے والے بہت ہیں، گھر بار مانگنے والے بہت ہیں لیکن اللہ سے اللہ کو مانگنے

والے بہت تھوڑے ہیں۔ بہت تھوڑے ہیں جو اس لئے ہاتھ اٹھاتے ہوں کہ میں تجھ سے تیری رضا چاہتا ہوں، میں تیری محبت مانگتا ہوں۔ میرے دوستو! کسی نے گھر بار مانگا، کاروبار مانگا، بیوی بچے مانگے یا پوری دنیا مانگ لی تو یقین کیجئے کہ اس نے کچھ نہ مانگا اور اگر اللہ کا عشق مانگا تو سب کچھ مانگ لیا۔ کیونکہ یہ سب کچھ عشق الہی کے سامنے بیچ ہے۔ اس لئے اس کو تمنا بنا کر مانگئے کہ رب کریم! ہم تیرا ایسا عشق چاہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہماری رگ رگ اور ریشہ ریشہ سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔

لَيْتَكَ تَحْلُوا وَالْحَيَاةَ مَرِيْرَةً
وَلَيْتَكَ تَرْضَى وَالْأَنَامُ غَضَابُ
وَلَيْتَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَكَ عَامِرًا
وَبَيْنِي وَبَيْنَ الْعَالَمِينَ خَرَابُ

اے کاش! تو میٹھا ہو جائے اگرچہ ساری دنیا میرے ساتھ تلخ ہو جائے اور میرے اور تیرے درمیان جو رشتہ ہے کاش کہ وہ آباد ہو جائے اور میرے اور مخلوق کے درمیان جو رشتہ ہے وہ بے شک خراب ہو جائے۔

رابعہ بصریہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت :

رابعہ بصریہ کے بارے میں آیا ہے کہ ایک دفعہ تہجد کے بعد یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! سورج غروب ہو چکا، رات آگئی، آسمان پر ستارے چمکنے لگ گئے، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے، تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے اس لئے تیرے سامنے دامن پھیلاتی ہوں۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا مزہ بھی وہی لوگ جانتے تھے۔

جھوٹی محبت والے :

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سے فرمایا، میرے ان بندوں سے کہہ دو کہ جھوٹا ہے

وہ شخص جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے اور رات آجائے تو سو جائے۔ کیا ہر عاشق اپنے محبوب کے ساتھ تنہائی نہیں چاہتا۔ یہ جو میری محبت کے دعوے کرتے ہیں انہیں چاہیے تھا کہ میرے سامنے سر بسجود ہوتے اور راز و نیاز کی باتیں کرتے۔

شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کی محبت :

حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ ایک بہت بڑے شیخ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس تھانویؒ تشریف لے گئے۔ حضرت نے فرمایا، اشرف علی! جب سجدہ کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے میرا پیار لے لیا ہو۔ اور اشرف علی! جب قرآن پڑھتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے پروردگار سے ہمکلامی کر رہا ہوں اور مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جنت میں اگر کچھ حوریں میرے پاس آئیں تو میں ان سے کہوں گا، بی بی! مجھے تھوڑا سا قرآن سنا دو۔ سبحان اللہ، ان لوگوں کو کتنا مزہ آتا ہوگا!!! وہ سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ تھے اور مراقبہ کو "پریم پیالہ" کہتے تھے۔ مراقبہ میں اتنا مزہ آتا تھا کہ مراقبہ کیلئے بیٹھتے تو مریدین سے فرماتے کہ آؤ! پریم پیالہ پییں۔

محبت الہی کی لذتیں :

امام رازیؒ عجیب بات ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔ سبحان اللہ۔ جی ہاں! عشق الہی والے حضرات رات کے اندھیرے کے ایسے ہی منتظر ہوتے ہیں جیسے دلہا اپنی دلہن سے ملاقات کا منتظر ہوا کرتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کو لذت ملتی ہے۔ دیکھیں ایک لذت انسان کو زبان سے ملتی ہے۔ کھانے پینے سے انسان کو ایسی لذت ملتی ہے کہ کبھی مسٹر برگر کی طرف جا رہا ہوتا ہے، کبھی چائینز سوپ کی

طرف جا رہا ہوتا ہے اور کبھی کسی اور چیز کی طرف۔ لہذا کچھ لذتیں انسان کی زبان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کچھ لذتیں انسان کی آنکھ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی خوبصورت چیز یا خوبصورت منظر کو دیکھتا ہے تو لطف اندوز ہوتا ہے۔ کچھ لذتیں انسان کے کان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جب اچھی آواز سے تلاوت ہو رہی ہو قاری عبدالباسط، عبدالصمد پڑھ رہے ہوں تو بڑا لطف آتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ سنتے ہی رہیں۔ اسی طرح کچھ لذتیں انسان کے قلب کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ محبت اور عشق کی لذتیں ہیں۔

جب یہ قلب تمام اعضاء کا سردار ہے تو اس سے وابستہ لذتیں بھی سب اعضاء کی لذتوں پر فائق ہوں گی۔ ہم ان لذتوں کو کیا جانیں۔ "جنہاں لایاں نہ لاڈ ٹھیاں اکھیاں رنگ بھریاں" وہ کیا جانیں؟ جن کو عشق الہی کی لذتیں نصیب ہو جائیں وہ تو پھر یوں کہا کرتے ہیں:

اللہ اللہ ایں چہ شیرین است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اللہ اللہ یہ کتنا میٹھا نام ہے کہ جس کو لینے سے میرے بدن میں یوں مٹھاس آگئی جیسے چینی کو ڈالنے سے دودھ میٹھا ہو جاتا ہے۔

عشق ایک آگ ہے:

العشق نارٌ یحرق ما سوا اللہ عشق ایک آگ ہے جو ماسوائے اللہ کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی نے اس پر عجیب اشعار لکھے۔ ایک شعر کا ترجمہ کسی شاعر نے اردو میں بھی کر دیا۔ وہ ہمارے لئے سمجھنا آسان ہے۔ فرمایا:

عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا
 ماسوی معشوق سب کچھ جل گیا
 تیغ لا سے قتل غیر حق ہوا
 دیکھئے پھر بعد اس کے کیا چا
 پھر چا اللہ باقی سب فنا
 مر جا اے عشق تجھ کو مر جا!

جب عشق دل میں ہوتا ہے تو یہ ماسوئی پر تلوار بن کر چلتا ہے۔ انسان کے اندر
 ناز، نمود، نخرہ، انانیت سب کچھ توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

شادباد اے عشق خوش سودائے ما
 اے طیب جملہ علت ہائے ما
 اے دوائے نخوت و ناموس ما
 اے کہ افلاطون و جالینوس ما

یہ عشق تو ہمدے کے لئے افلاطون اور جالینوس بن جاتا ہے۔ جی ہاں!

عشق الہی کی شدید کمی :

میرے دوستو عشق الہی نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے اعمال میں جان نہیں ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں :

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
 وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
 نماز و روزہ و قربانی و حج
 یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

وہ جو انسان کے اندر عشق الہی کا جذبہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے انسان زندہ ہوتا تھا، آج وہ نہیں ہے۔ ایک وقت تھا کہ یہ سینے کا دل عشق الہی سے انگارے کی طرح گرم ہوا کرتا تھا اور آج تو جلے ہوئے کونلے کی طرح بالکل ٹھنڈا ہوا پڑا ہے۔ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں :

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دل کو بیان خطیب
مگر لذت شوق سے بے نصیب
وہ صوفی کہ تھا خدمت حق میں مرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا
وہ سالک مقامات میں کھو گیا
بھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راگھ کا ڈھیر ہے

آج کا مسلمان راگھ کا ڈھیر بن گیا ہے۔ سینے میں محبت الہی کے وہ انگارے نہیں جل رہے جو اس کے سینے کو گرم رہے ہوں۔ جو اسے کبھی نمازوں میں کھڑا کر رہے ہوں، جو اسے اپنے محبوب سے ملاقاتوں پر مجبور کر رہے ہوں۔

نبی کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت :

نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت سے کیسی شدید محبت تھی! سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اذان کی اللہ اکبر ہوتی تو نبی کریم ﷺ مجھے پہچاننا چھوڑ دیتے تھے۔ میں کئی مرتبہ سامنے آتی تو آپ ﷺ پوچھتے، تم کون ہو؟ میں کہتی، عائشہ۔ پوچھتے، عائشہ

کون؟ میں کہتی، ابو بکرؓ کی بیٹی ہوں۔ پوچھتے، ابو بکر کون؟ میں اس وقت پہچان لیتی کہ اب ایک نام دل میں اتنا غالب آچکا ہے کہ دنیا میں کسی اور کو یہ نہیں پہچانیں گے۔
حضرت عبداللہ ذوالجنادینؓ اور محبت الہی :

محبت الہی کا جذبہ انسان کے دل میں موجود ہو تو اللہ تعالیٰ بڑی قدر دانی فرماتے ہیں محبت میں ایسی کیفیت ہو جیسی حضرت عبداللہ ذوالجنادینؓ کو نصیب تھی۔

یہ ایک نوجوان صحابیؓ تھے جو مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ایک بستی میں رہتے تھے۔ دوستوں سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں ایک پیغمبر ﷺ (الصلوٰۃ و السلام) تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ حاضر ہوئے اور چوری چھپے کلمہ پڑھ لیا۔ واپس گھر آگئے۔ گھر کے سب لوگ ابھی کافر تھے لیکن محبت تو وہ چیز ہے جو چھپ نہیں سکتی۔ اپنی طرف سے تو چھپایا کہ کسی کو پتہ نہ چلے مگر نبی ﷺ (الصلوٰۃ و السلام) کا کوئی تذکرہ کرتا تو یہ متوجہ ہوتے۔

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

چنانچہ گھر والوں نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی نہ کوئی معاملہ ضرور ہے۔ ایک دن چچا نے کھڑا کر کے پوچھا، بتاؤ بھئی! کلمہ پڑھ لیا ہے؟ فرمانے لگے، جی ہاں۔ چچا کہنے لگا، اب تیرے سامنے دور استے ہیں۔ یا تو کلمہ پڑھ کر اس گھر سے نکل جا اور اگر گھر میں رہنا ہے تو پھر ہمارے دین کو قبول کر لے۔ چنانچہ ایک ہی لمحہ میں فیصلہ کر لیا۔ فرمایا، میں گھر تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن اللہ کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ چچا نے مارا پیٹا بھی سہی اور جاتے ہوئے جسم کے کپڑے بھی اتار لئے۔ جسم پر بالکل کوئی کپڑا نہ تھا۔ ماں بالآخر ماں تھی۔ شوہر کی وجہ سے کچھ ظاہر میں تو نہ کہہ سکی لیکن چھپ کر اپنی چادر پکڑا دی کہ بیٹا! ستر چھپا لینا۔ وہ چادر لے کر جب باہر نکلے تو اس کے دو ٹکڑے کئے۔

ایک سے ستر چھپا لیا اور دوسری اوپر اوڑھ لی۔ اسی لئے 'ذوالجنادین' یعنی دو چادروں والے مشہور ہو گئے۔ اب کہاں گئے؟ جہاں سودا کر چکے تھے۔ قدم بے اختیار مدینہ طیبہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ رات کا سفر کر کے صبح نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو چہرہ پر عجیب خوشی کی کیفیت ظاہر ہوئی۔ صحابہ کرام متوجہ ہوئے کہ یہ کون آیا ہے کہ جس کو دیکھ کر اللہ کے محبوب ﷺ کا چہرہ یوں تمتما اٹھا ہے۔

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے
وہ آرہا ہے کوئی شب غم گزار کے

حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! سب کچھ چھوڑ چکا ہوں۔ اب تو آپ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوں۔ چنانچہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔ اور وہیں رہنا شروع کر دیا۔

چونکہ قربانی بڑی دی تھی، محبت الہی میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا اس لئے اس کا بدلہ بھی ایسا ہی ملنا چاہئے تھا۔ چنانچہ ان کو ایسی کیفیات حاصل تھیں کہ محبت الہی میں بعض اوقات جذب میں آجاتے۔ آج کل بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ جی جذب کیا ہوتا ہے؟ جناب احادیث مبارکہ پڑھو، پھر پتہ چلے گا کہ جذب صحابہ کرام پر بھی طاری ہوتا تھا۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ یہ (حضرت عبد اللہ ذوالجنادینؓ) مسجد نبوی کے دروازے پر بعض اوقات بیٹھے ہوتے تھے اور ایسا جذب طاری ہوتا تھا کہ اونچی آواز سے اللہ اللہ اللہ کہہ اٹھتے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو انہوں نے ڈانٹا کہ کیا کرتا ہے۔ یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، عمر! عبد اللہ کو کچھ نہ کہو، یہ جو کچھ کر رہا ہے اخلاص سے کر رہا ہے۔

قابل رشک سفر آخرت .

کچھ عرصہ گزرانی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ راستہ میں ایک جگہ پہنچے تو خمار ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر کو لے کر تشریف لائے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت عبد اللہ کے چند لمحات باقی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر کو اپنی گود مبارک میں رکھ دیا۔ یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کی نگاہیں چہرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ سبحان اللہ! گود مبارک میں ہی اپنی جان اس کیفیت میں جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت افزائی :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کے کفن و دفن کی تیاری کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بھجوائی اور فرمایا کہ عبد اللہ کو اس چادر میں کفن دیا جائے گا۔ سبحان اللہ! واہ اللہ! تو بھی کتنا قدردان ہے کہ جس بدن کو تیری راہ میں ننگا کیا گیا تھا آج اس بدن کو تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کملی سے چھپا رہا ہے۔ سبحان اللہ، سودا تو کر کے دیکھیں، پھر دیکھیں اللہ رب العزت کیسی قدردانی فرماتے ہیں۔ ہم لوگ ہی بے قدرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی کنا پڑا و مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہئے تھی۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ پھر جنازہ لے کر قبرستان کی طرف چلے شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی میت کا سب سے زیادہ قریبی ہو وہ قبر میں اس کو اتارنے کیلئے اترے۔ اس وقت ابو بکر و عمر بھی کھڑے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (الصلوة والسلام)

نے خود قبر میں اتر کر فرمایا، اپنے بھائی کو پکڑا دو مگر ان کے ہلب کا خیال رکھنا۔
آپ ﷺ نے اس عاشق صادق کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور زمین پر لٹا دیا۔ گویا اپنی
امانت کو زمین کے سپرد کر دیا۔

حضرت عمرؓ کی حسرت :

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے جب ان کو زمین پر رکھا
تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے اللہ! میں عبد اللہ سے راضی ہوں تو بھی اس سے
راضی ہو جا" یہ ایسے الفاظ تھے کہ حضرت عمرؓ بھی سن کر وجد میں آگئے اور کہنے لگے
کہ میرا جی چاہتا ہے کہ کاش! آج نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں میں میری میت
ہوتی۔ دیکھا! محنت مجاہدہ اور قربانیاں کرنے والوں کو اللہ رب العزت یوں بدلہ دیا
کرتے ہیں۔ آپ سوچئے کہ جو آقا اپنے کمزور بندوں کو حکم ارشاد فرماتا ہے کہ هَلْ
جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ تو اگر کوئی اس کیلئے قربانیاں دے تو کیا اللہ رب
العزت قدر دانی نہیں فرمائیں گے؟ ضرور فرمائیں گے۔ سبحان اللہ

سیدہ زینرہؓ اور محبت الہی :

سیدہ زینرہؓ ایک صحابیہؓ ہیں جو کہ ابو جہل کی خادمہ تھیں۔ آپ نے کلمہ پڑھ
لیا۔ ابو جہل کو بھی پتہ چل گیا۔ اس نے آکر پوچھا، کیا کلمہ پڑھ لیا ہے؟ فرمایا، ہاں۔
آپؓ بڑی عمر کی تھیں، مشقتیں نہیں اٹھا سکتی تھیں مگر ابو جہل نے اپنے دوستوں کو
لیک دن بلایا اور انکے سامنے بلا کر اس نے انہیں مارنا شروع کر دیا۔ لیکن برداشت
کرتی رہیں۔ کیونکہ وہ تو اللہ کے نام پر اس سے بڑی تکالیف بھی برداشت کرنے کے
لئے تیار تھیں۔ جب اس نے دیکھا کہ اتنا مارنے کے باوجود اس کی زبان سے کچھ نہیں

نکلا تو اس نے آپ کے سر میں کوئی چیز ماری جس سے آپ کی بینائی زائل ہو گئی اور آپ نابینا ہو گئیں۔

اب انہوں نے مذاق کرنا شروع کر دیا۔ کہنے لگے، دیکھا تو ہمارے بتوں کی پوجا چھوڑ چکی تھی لہذا ہمارے معبودوں نے تمہیں اندھا کر دیا۔ مار برداشت کر چکی تھیں، مشقتیں اٹھا چکی تھیں، یہ سب سزائیں برداشت کرنا آسان تھیں مگر جب انہوں نے یہ بات کہی تو آپ برداشت نہ کر سکیں۔ چنانچہ فوراً تڑپ اٹھیں۔ اسی وقت کمرے میں جا کر سجدہ میں گر گئیں۔ اور اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگ گئیں۔ عرض کیا، اے اللہ! انہوں نے مجھے سزائیں دیں تو میں نے برداشت کیں، وہ میری ہڈیاں بھی توڑ دیتے، وہ میرے جسم کو چھلنی کر دیتے تو میں یہ سب کچھ برداشت کر لیتی مگر تیری شان میں گستاخی کی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں نے تمہاری بینائی چھین لی۔ اے اللہ! جب میں کچھ نہیں تھی تو تو نے مجھے بنا دیا، بینائی بھی عطا کر دی۔ اب تو نے ہی بینائی واپس لی ہے۔ اے اللہ! تو مجھے دوبارہ بینائی عطا فرما دے تاکہ ان پر تیری عظمت کھل جائے۔ ابھی دعا والے ہاتھ چہرے پر نہیں پھیرے تھے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی بینائی لوٹا دی۔ سبحان اللہ، اس وقت مرد تو مرد تھے عورتیں میں بھی یوں محبت الہی کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔

حضرت آسیہؑ کے عشق و محبت کی داستان :

اب آپ کو ایک ملکہ کا واقعہ بتاتا ہوں کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس قدر محبت تھی۔ اس کا نام حضرت آسیہؑ تھا۔ وقت کے بادشاہ فرعون کی بیوی تھی۔ اللہ رب العزت نے ان کو حسن و جمال کا پیکر بنا دیا تھا، پری چہرہ بنا دیا تھا، نازک اندام بنا دیا تھا۔ اس لئے فرعون ان سے عشق کرتا تھا اور ان کے نخرے اٹھاتا تھا۔ ہر قسم کی

سہولت اور آسائش موجود تھی۔ جو چاہتی کپڑے پہنتی، جیسے چاہتی سر کو سجاتی، جیسے چاہتی آسائش کا کھانا کھاتی۔ بیسیوں نوکرانیاں ان کی خدمت کیلئے ہر وقت موجود رہتی تھیں، جب وہ آنکھ اٹھا کر دیکھتی تو نوکرانیاں بھاگ پڑتیں۔ کوئی کام نہیں کرتی تھیں، سارا دن شاہی محل میں حکم چلاتی رہتی تھیں۔ غرض ہر لحاظ سے آسودگی کی زندگی گزار رہی تھیں۔

اتنے میں پتہ چلا کہ اللہ نے ایک نیک بندے کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ انہوں نے بندوں کو ایک اللہ کی طرف بلایا۔ ان کی یہ توحید والی بات ان کے کانوں تک بھی پہنچی اور دل میں اترتی چلی گئی۔ ان کے دل نے گواہی دی کہ باتیں تو حضرت موسیٰؑ سچی کرتے ہیں مگر میرا خاوند فرعون تو خود خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ کئی دن اسی سوچ چار میں گزر گئے کہ اب میں کیا کروں۔ دل نے گواہی دی کہ پروردگار تو اللہ ہے۔ پروردگار تو وہی ہے جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی، جبکہ میرا خاوند تو میری منت سماجت میں لگا رہتا ہے اور میری خوشنودی چاہتا ہے، بھلا یہ کیسے خدا ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ عورت تھیں اس لئے دوسری طرف خوف بھی آتا تھا کہ اگر میں نے کوئی بات کی تو میری یہ سب سہولتیں چھن جائیں گی اور مجھ پر مصیبتیں پڑ جائیں گی۔ لیکن دل نے گواہی دی، آئیہ! یہ دنیا کی آسائشیں تھوڑی ہیں، یہ سب عارضی باتیں ہیں، آخرت کی آسائشیں اصل چیز ہے۔ حضرت موسیٰؑ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہی باتیں سچی ہیں۔ چنانچہ چوری چھپے اللہ رب العزت پر ایمان لے آئیں اور حضرت موسیٰؑ کو بھی اپنے ایمان کے بارے میں بتا دیا۔

اب دل میں اللہ کی محبت آگئی سوچ کا انداز بدل گیا۔ اب رہتی تو فرعون کے پاس تھیں مگر دل فرعون سے دور ہو گیا۔ فرعون سے نفرت ہونے لگ گئی۔ محل میں

رہتی تھیں مگر دل میں ایمان رچ بس چکا تھا۔ فرعون کو شروع میں تو پتہ نہ چلا۔ بالآخر ایک ایسا وقت آیا کہ فرعون کو ان کی باتوں کے انداز سے پتہ چل گیا۔ کیونکہ جب فرعون حضرت موسیٰؑ کی باتیں کرتا تھا تو یہ بڑے غور سے سنتی تھیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی باتیں کرتا تھا اس وقت ان کے تاثرات بدل جاتے تھے۔

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

جب فرعون ان کے سامنے اللہ کا نام لیتا تھا تو وہ پھڑک اٹھتیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا سمندر دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگتا۔ چنانچہ فرعون پر بات کھل گئی کہ میری بیوی تو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لا چکی ہے۔ اس نے بڑا سمجھایا کہ تو ایسا نہ کر، میں تجھ سے پیار کرتا ہوں اور تجھے ہر قسم کی سہولت حاصل ہے۔ کہنے لگی کہ نہیں حقیقت تو وہی جو میرے دل میں اتر چکی ہے۔ میں اس کو بالکل نہیں چھوڑ سکتی۔ چنانچہ باتیں ہوتی رہیں اور وقت گزرتا گیا۔

ایک دن جب فرعون بڑی محبت کا اظہار کر رہا تھا تو انہوں نے اپنے خاوند کو سمجھایا کہ جب آپ مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں تو میری بات مان لیں کہ آپ بھی حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئیں۔ فرعون کا دل اس وقت موم ہو گیا۔ کہنے لگا، میں جاتا ہوں ان کے پاس اور ایمان لے آتا ہوں۔ چنانچہ وعدہ کر کے چل پڑا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے ہامان مل گیا۔ وہ اس کا وزیر تھا، برا مشیر تھا۔ فرعون نے کہا کہ میں نے دل میں ارادہ کر لیا ہے کہ میں موسیٰؑ کے پروردگار پر ایمان لے آؤں۔ ہامان یہ سن کر کہنے لگا، توبہ توبہ، غلام کا خادم بننے سے تو زیادہ بہتر ہے کہ آدمی آگے جا کر جہنم کے عذاب میں جل مرے۔ فرعون پر اس کی بات اثر کر گئی۔ لہذا فرعون وہیں سے واپس لوٹ گیا۔ کہنے لگا، ہاں میں غلام کا غلام نہیں بن سکتا۔ چنانچہ ایمان

لانے سے انکار کر دیا۔ جب وہ منکر بن گیا تو حضرت آسیہؑ نے اس کو لعن طعن کی کہ تو اپنے وعدے سے پھر گیا۔ جب دونوں میاں بیوی میں باتیں ہوئیں تو فرعون غصہ میں آکر کہنے لگا کہ میں تجھے مزہ چکھا دوں گا۔ وہ کہنے لگیں پھر توجو کر سکتا ہے کر لے۔ چنانچہ سہولتوں اور آسائشوں پہ لات ماردی اور ساری نعمتوں کو پیچھے پھینک دیا۔ کہنے لگیں، تو مجھے اپنے محل سے تو نکال سکتا ہے مگر میرے دل سے ایمان نہیں نکال سکتا۔ فرعون نے پہلے تو ڈرایا دھمکایا۔ بعد میں پھر اس کیلئے بھی ناک کا مسئلہ بن گیا۔ کہنے لگا، میں تجھے عذاب دوں گا۔ کہنے لگیں، توجو کر سکتا ہے کر لے میں تیرا عذاب سہنے کیلئے تیار ہوں۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو بلوایا۔ وقت کی ملکہ، پری چہرہ اور نازک بدن کو گھسیٹ کر فرش کے اوپر لٹا دیا گیا۔ کہاں گئیں وہ نعمتیں، کہاں گئے وہ محلات، کہاں گئے وہ نرم بستر، کہاں گئیں وہ ہزاروں باندیاں جو ان کے اشارے کے پیچھے بھاگتی پھرتی تھیں۔ آج یہ اکیلی اللہ کی بندی فرش کے اوپر گھسیٹی جا رہی ہے، بال پکڑے ہوئے ہیں، کان سے پکڑ کر گھسیٹی جا رہی ہے۔ جسم زخموں سے چور ہو چکا تھا مگر پھر بھی اپنی بات پر ڈٹی رہیں۔ جب فرعون نے دیکھا کہ چھوٹی موٹی سزا سے یہ نہیں بدلی تو اس نے کہا کہ میں تمہیں زمین پر لٹا کر تمہارے ہاتھ اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دوں گا۔ کہنے لگیں، توجو کر سکتا ہے کر لے۔ چنانچہ ان کو لٹا دیا گیا اور ان کے ہاتھ کو زمین کے اوپر رکھ کر درمیان میں لوہے کی ایک بڑی میخ ٹھونک دی گئی۔ تکلیف ہو رہی تھی مگر جانتی تھیں کہ یہ تکلیف اللہ کی خاطر ہے۔ پھر دوسرے ہاتھ کو اسی طرح زمین پر رکھ کر میخ ٹھونکی گئی۔ پھر پاؤں میں کو اسی طرح زمین پر رکھ کر میخیں ٹھونکی گئیں۔ فرعون نے کہا، تمہارے جسم کے کپڑے اتار لوں گا اور پھر تمہاری کھال کو اتار دوں گا۔ کہنے لگیں تم جو کر سکتے ہو کر لو مگر میں اپنے ایمان سے باز نہیں آؤں گی۔

چنانچہ جیتے جاگتے ان کے جسم سے کھال اتارنا شروع کر دی۔ ذرا سوچئے تو سہی آج بحرے کی کھال اتاری جا رہی ہو تو نرم دل کا آدمی اس کو بھی دیکھ کر پریشان ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ تو عورت ذات تھیں۔ زمین پر لیٹی ہوئی تھیں، ہاتھ پاؤں ہلا نہیں سکتی تھیں، سر ایک جگہ پڑا ہوا تھا اور ان کے جسم سے چاقوؤں اور ریزر کے ذریعے ان کی کھال کو جدا کیا جا رہا تھا۔ زخم لگائے جا رہے تھے، تکلیفوں پہ تکلیفیں اٹھا رہی تھیں مگر سمجھتی تھیں کہ یہ سب کچھ میرے پروردگار کی طرف سے ہے۔

اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا۔ دنیا کا تو جو ساتھی تھا وہ اب دشمن بن چکا تھا۔ اب تو اصل سہارا باقی رہ گیا تھا۔ اسی ذات کو ندا دی کہ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ اے اللہ! مجھے محل سے نکالا جا رہا ہے لیکن تو مجھے اپنے پاس محل عطا فرما دے۔ اے اللہ! یہاں فرعون نے تو اپنے سے دور کر دیا ہے مگر میں تو تیرا ساتھ چاہتی ہوں، مجھے فرعون کا ساتھ نہیں چاہئے۔ اس لئے جب بات کرنے لگیں تو یہ نہ کہا کہ اے اللہ! مجھے محل عطا کر دے بلکہ جنت سے پہلے بَيْتًا کا لفظ کہا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ محل تو چاہتی تھیں مگر اللہ کے پاس چاہتی تھیں۔ اپنے دلدار کے پاس چاہتی تھیں، اپنے محبوب حقیقی کے پاس چاہتی تھیں۔ اور پھر کہا ہے وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ اور مجھے فرعون سے اور اس کے عملوں سے نجات عطا فرما۔ کتنی ذہین تھیں کہ یہ نہ کہا کہ اے اللہ! مجھے فرعون سے نجات دینا۔ کیونکہ اگر فرعون سے نجات مل بھی جاتی تو کسی اور کے پاس چلی جاتیں اور وہ بھی فرعون کی مانند ہوتا۔ اس لئے دو دعائیں مانگیں۔ سبحان اللہ کیسی کامل دعا مانگی۔

ﷲ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی فرمادی جس کو کسی شاعر نے یوں کہا :

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

اے نبیؐ میں نے تجھے جوڑنے کیلئے بھیجا تھا توڑنے کیلئے نہیں بھیجا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگرچہ ظاہری طور پر باتوں کا مفہوم ٹھیک نہیں تھا مگر محبت تو اللہ رب العزت سے تھی۔

سیدنا ابراہیمؑ کی اللہ تعالیٰ سے شدید محبت :

اللہ رب العزت سے اتنی محبت کی جائے کہ دنیا میں ہی انسان کو بشارتیں مل جائیں۔ جب سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے "خلیل" (دوست) کا لقب دیا تو فرشتوں نے پوچھا، یا اللہ! کیا ان کو آپ سے اتنی محبت ہے کہ آپ نے خلیل کا لقب دے دیا؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، اگر تمہیں شک ہے تو جا کر امتحان لے لو۔ چنانچہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں سیدنا ابراہیمؑ کے قریب آیا۔ اس وقت آپ جنگل میں بحریاں چرا رہے تھے۔ اس فرشتہ نے بلند آواز سے یہ کلمات کہے

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ
وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكَبْرِيَاءِ وَالْجَبْرُوتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ
الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ سُبُوْحٌ قُدُوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ
الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ ۝

جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ آواز سنی تو بڑا مزہ آیا۔ اس طرف متوجہ ہوئے، ایک آدمی نظر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ذرا یہی کلمات دوبارہ سنا دیجئے۔ وہ کہنے لگا، کیا معاوضہ دو گے؟ فرمایا، ادھی بحریاں لے لینا۔ اس نے دوبارہ یہی کلمات کہے۔ اس

مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ لطف آیا۔ چنانچہ پھر مطالبہ کیا کہ ایک مرتبہ پھر سنا دیجئے۔ وہ کہنے لگا، اب کیا دو گے؟ فرمایا باقی بحریاں بھی لے لینا۔ اس نے پھر یہی کلمات کہے۔ اس دفعہ اور زیادہ مزہ اور لطف آیا۔ آپ سے رہانہ گیا، فرمایا، ایک بار پھر سناؤ۔ وہ کہنے لگا، اب تو آپ کے پاس بحریاں بھی نہیں ہیں مجھے کیا دو گے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہیں یہ بحریاں چرانے کیلئے چرواہے کی ضرورت ہوگی لہذا مجھے چرواہے کے طور پر اپنے پاس نوکر رکھ لینا۔ یہ سن کر وہ فرشتہ بولا کہ میں تو ایک فرشتہ ہوں اور امتحان لینے کی غرض سے آپ کے پاس آیا ہوں آپ امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ آپ کو واقعی اللہ رب العزت سے اتنی محبت ہے کہ "خلیل" کا لقب ضرور ملنا چاہئے تھا۔ اللہ اکبر

محبت کا معیار :

جی ہاں، جن کو اللہ سے محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے محبت کیسی ہو؟ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ اِيْمَانِ وَالْوَالُونَ كُو اللّٰہ سے شدید محبت ہوتی ہے۔ یہاں فقط یہ نہیں کہا کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے بلکہ محبت کا ایک معیار بیان فرمادیا کہ شدید محبت ہو۔

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
 محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے
 محبت کے انداز ہیں سب پرانے
 خبردار ہو اس میں جدت نہیں ہے

گویا محبت تقاضا کرتی ہے کہ اس میں شدت ہونی چاہئے۔

سلف صالحین کا محبت الہی میں استغراق :

یہ شدید محبت انسان کی عبادات میں رنگ بھر دیتی ہے، یہ شدید محبت اس کو

تنہائیوں کی لذت عطا کر دیتی ہے، یہ شدید محبت اس کو چپ کا مزہ دے دیا کرتی ہے۔ ہم چپ کا مزہ کیا جانیں؟ ہم تو ہر وقت ٹر ٹر کرنے والے ہیں، محفلوں میں ہنسنے کھیلنے والے ہیں۔ ہمیں کیا پتہ کہ رات کی تنہائیوں کا مزہ کیا ہوتا ہے، ہمیں کیا پتہ کہ خالق سے جب انسان تار جوڑ کر بیٹھتا ہے تو اس وقت کی کیفیت کی لذتیں کیا ہوتی ہیں۔ ذرا ان سے پوچھئے جن کی تار جڑ جاتی ہے۔ ان کے دل و دماغ سے غیر کا خیال بھی نکل جاتا ہے۔

ایک بزرگ کے بارے میں لکھا ہے کہ دو سال تک ان کا خادم ان کے پاس رہا لیکن حضرت کو اس کا نام ہی یاد نہ ہوا۔ جب وہ سامنے سے گزرتا تو پوچھتے، ارے میاں! تم کون ہو؟ وہ کہتے۔ حضرت! میں آپ کا فلاں خادم ہوں۔ فرماتے اچھا اچھا۔ پھر کچھ دیر بعد سامنے سے گزرتا تو پھر پوچھتے، ارے میاں تم کون ہو؟۔ وہ کہتے حضرت میں! آپ کا فلاں خادم ہوں پھر فرماتے، اچھا اچھا۔ سبحان اللہ۔ ایک نام دل میں ایسا ترچکا تھا کہ دو سال تک اپنے خادم کا نام پوچھتے رہے مگر اس کا نام دل میں نہ سا سکا۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

بعض سلف صالحین جب اذان دینے کے لئے مینارہ پر چڑھتے، اللہ اکبر کہتے اور اللہ کی جلالت شان سے مرعوب ہو کر اسی وقت گرتے اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے تھے۔ آج اللہ اکبر کی آواز ہم بھی سنتے ہیں لیکن ہمارے دلوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ محبت کا وہ جذبہ بیدار نہیں ہے، وہ آگ اندر ابھی لگی نہیں ہے۔ کاش! وہ آگ لگ جائے۔

مستجاب الدعوات لوگوں کی پہچان :

اللہ کا نام دل میں کب اترتا ہے؟ جب سچ اندر اتر جائے، جب انسان کو سچی اور سچی زندگی نصیب ہو جائے۔ پھر زبان سے الفاظ نکلتے ہیں اور اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو جاتے ہیں۔ ایک بات لوہے پر لکیر کی مانند ہے کہ جس انسان کا پیٹ حرام سے خالی ہوگا اور اس کا دل غیر سے خالی ہوگا تو اس آدمی کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو اللہ رب العزت کبھی خالی نہیں لوٹائیں گے۔ یہ مستجاب الدعوات لوگوں کی پہچان ہے۔

اطاعت کا سرچشمہ :

جب محبت ہوتی ہے تو اطاعت کرنا آسان ہو جاتی ہے۔ اِنَّ الْمُحِبِّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ محبت جس سے محبت کرتا ہو وہ اس کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔ اگر انسان اللہ رب العزت سے محبت کرے گا تو اس کیلئے تہجد کیلئے اٹھنا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ دیکھیں، چونکہ دل میں مال کی محبت ہوتی ہے اس لئے اگر تہجد کے وقت کوئی ڈاکیا آئے اور وہ یہ کہے کہ میں منی آرڈر لے کر آیا ہوں اور ابھی دینا ہے اور واپس بھی جانا ہے۔ اس وقت جتنی بھی نیند آئی ہوئی ہوگی تو وہ بندہ اٹھ بیٹھے گا اور منی آرڈر وصول کر لے گا۔ اگر انسان اس مال کو حاصل کرنے کیلئے اپنی نیند قربان کر سکتا ہے تو اپنے پروردگار کو راضی کرنے کیلئے اس وقت کیوں نہیں اٹھ سکتا۔ جب محبت دل میں ہوگی تو راتوں کو اٹھنے کیلئے اسباب اختیار نہیں کرنا پڑیں گے، خود بخود آنکھ کھل جایا کرے گی، پھر اس وقت انسان دعاؤں کے قافلہ میں شرکت کیلئے تڑپا کرے گا۔ پھر یہ کیفیت ہوگی کہ

تَتَجَافَى جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَ طَمَعًا
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ

ان کے پہلو ان کی خواہگا ہوں سے الگ رہتے ہیں، اور اپنے رب کو ڈر اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور ہم نے جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

خانقاہِ فضلیہ میں عاشقوں کا مجمع :

ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ خانقاہِ فضلیہ مسکین پور شریف میں رات کو سب سالکین ایک جگہ پر سو جایا کرتے تھے۔ جب سو جاتے اور کچھ دیر گزرتی تو ان میں سے کسی ایک پر جذب طاری ہو جاتا اور وہ اونچی آواز سے اللہ اللہ اللہ کہنا شروع کر دیتا۔ اس کی آواز سن کر سب کی آنکھ کھل جاتی۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کی طبیعت ذرا حال ہوتی تو سو جاتے۔ ابھی سوتے ہی تھے کہ کسی اور کو جذب ہو ب تا اور وہ اللہ اللہ کہنا شروع کر دیتا، ساری رات یونہی سوتے جاگتے گزر جاتی۔ یہ عاشقوں کا مجمع تھا۔

محبت کے غلبہ میں دو بوڑھوں کی لڑائی :

مقامات زواریہ میں ایک عجیب بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ خانقاہِ فضلیہ میں دو بوڑھے آدمی آپس میں الجھنا شروع ہو گئے۔ دیکھنے والے بڑے حیران ہوئے کہ یہ دونوں ظاہر میں بڑے نیک اور متقی نظر آتے ہیں، اتباع سنت بھی انکے جسم پر بالکل ظاہر ہے مگر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کو تھپڑ لگاتا ہے اور دوسرا اس کو لگاتا ہے۔ وہ اسے کھینچتا ہے اور وہ اسے کھینچتا ہے اور کچھ باتیں بھی کر رہے ہیں۔ ایک صاحب قریب ہوئے کہ آخر بات کیا ہے۔ جب قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں محبت الہی میں اتنا مستغرق تھے کہ آپس میں بیٹھے ہوئے ان میں سے ایک نے کہہ دیا، ”اللہ میڈا اے“ یعنی اللہ ب۔ ا ہے جب دوسرے نے سنا تو وہ الجھنے لگا کہ نہیں اللہ میڈا اے“ وہ اسے مارتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ میڈا اے اور وہ اسے مارتا ہے اور کہتا

ہے کہ اللہ میڈاے۔ محبت کا کتنا غلبہ تھا کہ دونوں اس بات پر الجھ رہے تھے۔ اللہ اکبر
حضرت شبلیؒ پر محبت الہی کا رنگ :

حضرت شبلیؒ کے بارے میں سنا ہے کہ جب آپ کے سامنے کوئی اللہ کا نام لیتا
تھا آپ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے، شیرینی نکالتے اور اس ہمدے کے منہ میں ڈالتے
اور فرماتے کہ جس منہ سے میرے محبوب کا نام نکلے میں اس منہ کو شیرینی سے کیوں نہ
بھردوں۔

محبوب سے ملاقات کا لطف :

محبت کا فرق بس اتنا ہی ہے کہ ایک مزدور کو لے آئیے اور اس سے کہیے کہ پتھر کو
ڈرو، مزدوری دیں گے۔ وہ پتھر پر ضرب تو لگائے گا مگر اس ضرب میں جذب اور
لیفیات شامل نہیں ہوں گی۔ کیونکہ اس نے مزدوری لینی ہے۔ وہ ضرب تو لگا رہا ہوگا
مگر بے دلی کے ساتھ بوجھ سمجھ کر۔ ایک ضرب فرہاد نے بھی لگائی تھی۔ اس کے
محبوب نے کہا کہ اس میں سے دودھ کی نہر نکالنے۔ وہ بھی تیشے کی ضرب لگاتا تھا۔ کسی
شاعر نے اس کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا :

ہر ضرب تیشہ ساغر کیف وصال دوست

فرہاد میں جو بات ہے مخدور میں نہیں

وہ تیشے کو جو ضرب لگاتا تھا اسے ہر ضرب پر دوست کے وصل کا کیف نصیب ہوتا
تھا۔ اب ہم نمازیں پڑھتے ہیں مزدور والی اور جب دل میں محبت پیدا ہوگی تو پھر فرہاد
والی نمازیں پڑھیں گے۔

مجنون کی ایک نمازی کو سرزنش :

ایک دفعہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا۔ مجنون لیلیٰ کی محبت میں غرق تھا۔ وہ اسی

مد ہوشی میں اس نمازی کے سامنے سے گزر گیا۔ اس نمازی نے نماز مکمل کرنے کے بعد مجنوں کو پکڑ لیا۔ کہنے لگا، تو نے تو میری نماز خراب کر دی کہ میرے سامنے سے گزر گیا۔ تجھے نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے کہا، خدا کے ہمدے! میں مخلوق کی محبت میں گرفتار ہوں مگر وہ محبت اتنی غالب آئی کہ مجھے یہ پتہ نہ چلا کہ میں کس کے سامنے سے گزر رہا ہوں اور تو کیسا خالق کی محبت میں گرفتار ہے کہ نمازیں پڑھ رہا تھا اور تجھے اپنے سامنے سے جانے والوں کا پتہ چل رہا تھا۔

محبت والوں کی نمازیں :

اس کے برعکس سلف صالحین اپنی نمازوں پر محنت کرتے تھے اسی لئے جب بھی زمین پر ان کا سر پڑتا تھا تو اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فیصلے فرما دیتے تھے۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جب اذان کہتے تھے تو پہاڑ بھی پارے کی طرح کانپتے تھے۔ شاعر نے کہا:

سنی نہ مصر و فلسطین میں ازاں میں نے

دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہء سیماب

سبحان اللہ کتنے خلوص سے سجدے کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وہی عمل اللہ

تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے جو انسان خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ وہ جانتے

تھے کہ لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحَضُورِ الْقَلْبِ کہ حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

شاعر نے آگے آج کے نمازیوں کی حالت بھی بیان کر دی، فرمایا :

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی

اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

محبوب سے وصل کے بہانے :

میرے دوستو! جن کے دل میں محبت الہی ہوتی ہے وہ محبوب سے وصل کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے پانچ نمازیں پڑھتے تو ہیں مگر سیری نہیں ہوتی، دل نہیں بھرتا، پھر جی چاہتا ہے کہ محبوب سے مکالمی کریں، محبوب کا دیدار کریں۔ کبھی اشراق کے نوافل کو بہانہ بناتے ہیں، کبھی چاشت کے نوافل کو بہانہ بناتے ہیں، کبھی او این کے نوافل کو بہانہ بناتے ہیں، کبھی تہجد کے نوافل کو بہانہ بناتے ہیں، کبھی وضو کر کے فوراً دو رکعت کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کبھی مسجد میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد کی نیت سے دو رکعت نفل کی نیت کر لیتے ہیں۔ یہ سب بہانے ہیں، حقیقت میں تو پروردگار سے مکالمی چاہتے ہیں۔

ہم اپنے بعض سالکین دوستوں کو دیکھتے ہیں کہ فرض اور سنت پڑھتے ہیں اور نفلوں کو نفل سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ نہیں، میرے دوستو! اتنی بھی بڑی بات ہے کہ قیامت کے دن اگر فرضوں میں کمی ہوئی تو اسکے بدلے نوافل کو شامل کر کے قبول کر لیا جائے گا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ کس زمین پر کس وقت کے کئے ہوئے سجدے پر پروردگار کی خاص نظر ہو اور وہ سجدہ قبول کر لیا جائے۔ لہذا نوافل جس وقت کے بھی شریعت کے مطابق ہوں ان کو ضرور ادا کر لیا جائے۔

مشاہدہء حق کاراز :

فرض نمازوں کا پڑھنا تو پھر اس سے بہت شان والی بات ہے۔ اس کو تو اہتمام سے پڑھنا چاہئے کیونکہ اس وقت تو محبوب کی طرف سے پیغام آتا ہے۔ حَىَّ عَلَی

الصَّلْوَةَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ آجَاؤْ نَمَازِ كِي طَرَف، آجَاؤْ فَلَاحِ كِي طَرَف۔ كِيَا مَطْلَب؟ اِس كَا مَطْلَب يِه هِي كِه تَم مَجھِي دُنِيَا مِيں ڈھُونڈِ هَتِي پھَر تِي هُو، آؤ! نَمَازِ پڑھ لو تَمھِيں مِيرَا مَشَاهِدِه نَصِيْب هُو جَايْ گَا اور پھر اِس كِي صَدَقِي تَمھِيں دُنِيَا مِيں فَلَاحِ نَصِيْب هُو جَايْ گِي۔

سچے صوفی کی پہچان :

میرے دوستو! محبت الہی کا جذبہ جن حضرات کے دلوں میں ہوتا ہے تو پھر ان کے دل میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ کی محبت ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت کی محبت ان تمام محبتوں پر غالب ہوتی ہے اور یہی کامل مومن کی پہچان ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا :

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، تم کو اللہ اور اس کے راستے میں جہاد سے زیادہ پسند ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔

یہی وجہ ہے کہ محبت کرنے والوں کو اعمال کرنے آسان ہوتے ہیں۔ وہ نمازوں کیلئے وقت سے پہلے تیار ہوتے ہیں۔ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو انہیں عصر کا انتظار ہوتا ہے، عصر کی نماز پڑھتے ہیں تو پھر انہیں مغرب کا انتظار ہوتا ہے اور جب رات کو

سوتے ہیں تو وہ اس نیت سے سوتے ہیں کہ تہجد کیلئے اٹھیں گے۔

اسی لئے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب کا دوسرا نام ہے۔ اضطراب نہ رہا تصوف ختم ہو گیا۔ صوفی ہے ہی وہی جو اللہ کی محبت میں مضطرب رہے۔ شوق میں، اشتیاق میں، اس کی بندگی کرنے میں، اعمال کرنے میں ہر وقت بے تاب رہے۔ بلکہ ایک جگہ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جس کی کیفیت ایسی ہو جیسی کہ قرآن مجید میں بتائی گئی۔ فرمایا، حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ حَتَّىٰ كَ زَمِينِ أَپنی پوری فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ اور ان کی اپنی جانیں تنگ ہو گئیں۔ پھر فرمایا، وَظَنُّوا اور ان کا یہ گمان ہو گیا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ کہ اللہ کے سوا اب ان کا کوئی بچاؤ اور ماویٰ نہیں ہے۔ فرمایا کہ جس بندے میں یہ کیفیت موجود ہے وہ تصوف میں داخل ہے اور جس میں یہ کیفیت نہیں اسے تصوف میں ابھی داخلہ نصیب نہیں ہوا۔

محبت الہی میں سر مست نوجوان کے اشعار :

جن میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ رب العزت سے راز و نیاز کی عجیب باتیں کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ جو ”رئی کشف الجوب“ میں فرماتے ہیں کہ ایک آدمی عجیب عجیب اشعار پڑھتا ہوا جا رہا تھا۔

وَاللَّهِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ
إِلَّا وَ أَنْتَ فِي قَلْبِي وَ وَسْوَاسِي
وَلَا جَلَسْتُ إِلَى قَوْمٍ أَحَدٍ تُهْمُ
إِلَّا وَ أَنْتَ فِي حَدِيثِي بَيْنَ جُلَّاسِي

وَلَا ذَكَرْتُكَ مَحْزُونًا وَلَا طَرِبًا
 إِلَّا وَ حُبِّكَ مَقْرُونًا بِأَنْفَاسِي
 وَلَا هَمَمْتُ بِشُرْبِ الْمَاءِ مِنْ عَطَشٍ
 إِلَّا رَأَيْتُ خِيَالًا مِنْكَ فِي الْكَأْسِ
 وَلَوْ قَدَرْتُ عَلَى الْإِتْيَانِ زُرْتُكُمْ
 سُحْبًا عَلَى الْوَجْهِ أَوْ مَشْيًا عَلَى رَأْسِ

از اکا ترجمہ یہ بنے گا کہ اللہ کی قسم! کبھی سورج طلوع نہیں ہوا اور کبھی غروب نہیں ہوا مگر یہ کہ تو میرے دل میں اور میرے خیال میں ہوتا ہے۔ اور میں کبھی کسی مجلس میں نہیں بیٹھا مگر یہ کہ اس مجلس میں تیرا ہی تو ذکر ہو رہا ہوتا ہے۔ اور میں نے کبھی تیرا ذکر نہیں کیا خوشی اور غم کی حالت میں مگر یہ کہ تیری محبت میرے سانسوں میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اور میں نے کبھی پانی نہیں پیا مگر اس حال میں کہ پانی کے پیالے میں بھی تیرا ہی تصور کر رہا ہوتا ہوں۔ اور اے محبوب! اگر مجھے اجازت ہوتی تیری زیارت کو آؤں تو میں اپنے رخسار اور سر کے بل چلتا ہوا تیری ملاقات کو پہنچ جاتا۔

عشق الہی کا عجیب اظہار :

کہتے ہیں کہ مجنوں نے ہر چیز کا نام لیلیٰ رکھ دیا تھا اور زلیخا نے ہر چیز کا نام یوسف رکھ دیا تھا۔ اسی طرح جن کے دلوں میں محبت الہی کا جذبہ ہوتا وہ بھی ہر بات کے سامنے اللہ رب العزت کا نام لیتے ہیں۔

خواجہ غلام فریدؒ کے اشعار محبت :

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن والے محبت الہی میں پنجابی میں کچھ اشعار کہتے

ہیں۔ فرماتے ہیں :

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
 میڈا دین وی توں ایمان وی توں
 میڈا جسم وی توں میڈی روح وی توں
 میڈا قلب وی توں جند جان وی توں
 میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر
 مصحف تے قرآن وی توں
 میڈے فرض فریضے حج زکوٰتوں
 میڈی صوم صلوة اذان وی توں
 میڈا زہد عبادت طاعت تقوی
 علم وی توں عرفان وی توں
 میڈا ذکر وی توں میڈا فکر وی توں
 میڈا ذوق وی توں وجدان وی توں
 میڈی آس امید تے کھٹیا وٹیا
 میڈا تکیہ مان تران وی توں
 میڈا دھرم وی توں میڈا بھرم وی توں
 میڈا شرم وی توں میڈی شان وی توں
 میڈی خوشیاں دا اسبات وی توں
 میڈے سولوں دا سامان وی توں

میڈی مندی کجل ساگ وی توں
 میڈی سرخی بیڑا پان وی توں
 میڈا حسن تے بھاگ ساگ وی توں
 میڈا سخت تے نام نشان وی توں
 جے یار فرید قبول کرے
 سرکار وی توں سلطان وی توں
 میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
 میڈا دین وی توں ایمان وی توں

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں :

الف کہو ہم بس وے میاں جی
 بے تے دی میکوں لوڑ نہ کائی
 الف کیتم بے وس وے میاں جی
 دل وچ چاہت ہو نہ کائی
 الف لیم دل کھس وے میاں جی
 ایں شاہت ساہت وے میاں جی
 چیدیاں مردیاں یار دی رہساں
 وسری ہور ہوس وے میاں جی
 رانجھن میڈا تے میں رانجھن دی
 روز ازل دی حق وے میاں جی
 عشقوں مول فرید نہ پھر سوں
 روز نویں ہم جس وے میاں جی

سبحان اللہ! یہ بات کون کر سکتا ہے؟ جس کا دل محبت الہی سے بھرا ہوا ہو۔ یہ بے اختیاری کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ عقل کی باتیں نہیں بلکہ عشق کی باتیں ہوتی ہیں۔ انہوں نے اپنے دل کو کھول کر کاغذ پر رکھ دیا تھا۔

محبت الہی پر لاکھ روپے کا شعر :

حضرت مجذوبؒ حضرت اقدس تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے ایک شعر لکھا اور اپنے پیر و مرشد کو سنایا۔ حضرت تھانویؒ نے شعر سن کر فرمایا کہ اگر میں صاحب استطاعت ہوتا تو ایک لاکھ روپے انعام دے دیتا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب سکول جانے کیلئے ایک پیسہ بھی نہیں ملتا تھا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب انجینئر کی تنخواہ پندرہ ہزار روپے ہو کر تھی۔ وہ شعر کیا تھا؟ بڑا مختصر، بہت سادہ، دل میں اتر جانے والا، عجیب بات کہی مگر حکایت دل بیان کر دی۔ فرمایا :

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

حضرت چلاسیؒ کے اشعار محبت :

حضرت چلاسیؒ نے تو یہاں تک کہہ دیا :

مرا طعنہ دہد واعظ بعشقت

تو ہم یک بار سوئے او نظر کن

ورا مانند ما دیوانہ گرداں

تکبر از دماغ او بدر کن

چلاسی خواب در ہجران حرام است

شب ہجران بفریادے سحر کن

کہ اے اللہ! ہم تیرے عشق کے طالب ہیں اور واعظ مجھے تیرے عشق کا طعنہ دیتا ہے۔ تو ذرا اس واعظ کے دل پر بھی نظر ڈال دے۔ اسے بھی میری طرح دیوانہ بنا دے اور اس کے دماغ سے تکبر کو دور کر دے۔ چلاسی! جدائی میں سو جانا؟ ام ہے لہذا جدائی کی یہ رات تو اس کی یاد میں روتے ہوئے گزار دے۔ سبحان اللہ۔

عاشق کا کام :

یاد رکھیں کہ عاشق جس حال میں بھی ہو وہ محبوب کی محبت میں ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے اور روتا رہتا ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب بات کہی :

عاشق دا کم رونا دھونا تے بن رونا نہیں منظوری
دل رووے چاہے اکھیاں روون تے وچ عشق دے رونا ضروری
کوئی تے رووے دید دی خاطر تے کوئی روندے وچ حضوری
اعظم عشق وچ رونا پیندا بھانویں وصل ہوئے بھانویں دوری
کچھ دوست سوچتے ہونگے یہ بھی دیوانہ اور مجنون آدمی ہے کہ اللہ کی محبت اور
عشق کی باتیں کر بیٹھتا ہے۔ ہاں بھنی، ٹھیک ہے آپ نے دنیا کی محبت دیکھی ہوگی۔
کاش! اللہ رب العزت کی محبت کی شیرینی بھی چکھ لیتے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جذبہء دانش و نرند

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ہو اگر

آج محبت الہی کا جذبہ کیوں کم ہو گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس کی خواہشات غالب آچکی ہیں۔ انسان کی خواہشات یوں سمجھئے جیسے ایک بلب جل رہا ہو اور اس کے اوپر ٹوکری رکھ دیں تو کمرے میں اندھیرا ہو جائے گا۔ غافل مومن کی مثال یہی ہے کہ اس کا بلب تو روشن ہے کیونکہ اس نے کلمہ پڑھ لیا مگر اس کے اوپر غفلت کی ٹوکری

آگئی۔ اسی لئے اب اس بچارے کے دل میں اندھیرا ہے۔ اگر یہ اس غفلت کی ٹوکری کو دور ہٹا دے گا تو یہ دل کا بلب اسی وقت جگمگاٹھے گا۔
محبت الہی پیدا کرنے کے ذرائع :

اللہ رب العزت نے فرمایا: **اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا** کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ ولایت کا یہ ابتدائی درجہ ہے جو کلمہ پڑھنے والے ہر بندے کو نصیب ہوتا ہے مگر اس کو اور بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس کو بڑھانے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک ذکر اللہ اور دوسری صحبت اولیاء اللہ۔

شیخ عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں **مَنْ لَمْ يَرِدْ لَهُ لَمْ يَأْرِدْ لَهُ** جس کے ورد و وظائف نہیں ہونگے اس کے اوپر واردات و کیفیات نہیں ہونگی۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نقشبندی ہے، کوئی چشتی ہے، کوئی قادری ہے، کوئی سروردی ہے، اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہے تو تم سب کچھ ہو ورنہ تم کچھ بھی نہیں ہو۔

میرے دوستو! یہ محبت الہی کا جذبہ درد دل کی بات ہے، یہ مشینوں کے پاس بیٹھ کر، دکانوں پر بیٹھ کر، سڑکوں اور بازاروں میں بیٹھ کر بیدار نہیں ہو گا بلکہ اس کیلئے تو اہل دل کے پاس آنا پڑتا ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

کیوں؟ اسلئے کہ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا :

میرے دوستو! جب آدمی اولیاء اللہ کی صحبت میں آتا ہے تو پھر اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا :

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

شعراء میں سے استاد جگر ایک عظیم شاعر تھے۔ ان کی ابتدائی زندگی بڑی غافلانہ تھی۔ خوب پیتے تھے۔ وہ مے نوش نہ تھے بلانوش تھے۔ مشاعروں میں کہیں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے ساتھ ملنا جلنا ہوا۔ حضرت اقدس تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اس وقت حضرت مجذوبؒ محکمہ تعلیم میں Collector (کلیکٹر) کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اتنی اچھی دنیاوی تعلیم مگر چونکہ دل کی گھنڈی کھل چکی تھی لہذا درویشی غالب تھی۔ ایسے ایسے اشعار کہے جیسے موتیوں کو انہوں نے مالا میں پرودیا ہو۔

استاد جگر ان کی فقیرانہ زندگی سے بڑے متاثر ہوئے۔ ایک دفعہ جگر صاحب کہنے لگے جناب! آپ سے مسٹر کی "ٹر" کیسے "مس" (Miss) ہوئی۔ انہوں نے کہا، تھانہ بھون جا کر۔ کہنے لگا، کبھی میں بھی جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا، بہت اچھا۔ اب حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے محنت کرنا شروع کر دی۔ صادقین کی صحبت کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ ایک دفعہ انہوں نے پوچھا، سنائے حضرت! کیا حال ہے؟ حضرت خواجہ صاحبؒ نے عجیب اشعار سنا دیئے۔ فرمایا :

پنشن ہو گئی ہے کیا بات ہے اپنی
اب دن بھی ہے اپنا اور رات بھی اپنی

اب اور ہی کچھ ہے میرے دن رات کا عالم

ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

جب انہوں نے یہ اشعار سنے تو دل میں سوچنے لگے کہ ان کے دل میں محبت الہی اتنی بھری ہوئی ہے تو ان کے شیخ کے دل کا کیا عالم ہوگا۔ چنانچہ کہنے لگے 'تھانہ بھون تو جاؤں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔ فرمایا وہ کونسی؟ کہنے لگے کہ وہاں جا کر بھی پیوں گا، یہ میری عادت ہے اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا، میں حضرت سے پوچھوں گا۔ پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ حضرت! ایک بندہ بڑے کام کا ہے آتا بھی چاہتا ہے مگر شرط لگاتا ہے کہ یہاں آکر بھی پیوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بھئی! خانقاہ عوامی جگہ ہے یہاں پر تو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ شراب نوشی (گناہ) ہے۔ البتہ میں اسے اپنے گھر میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہراؤں گا۔ کیونکہ مہمان کو اپنی ہر عادت پوری کرنے کی اجازت ہے، کافر کو بھی مہمان بنا سکتے ہیں۔

چنانچہ جگر صاحب تیار ہو کر وہاں پہنچ گئے۔ وہاں جا کر پینا تو کیا، حضرتؒ کے چہرے کو دیکھتے ہی بات دل میں اتر گئی۔ کہنے لگے، حضرت! تین دعائیں کروانے آیا ہوں۔ حضرتؒ نے پوچھا، وہ کونسی؟ کہنے لگا، پہلی دعایہ کیجئے کہ میں پینا چھوڑ دوں۔ حضرتؒ نے دعا فرمادی۔ دوسری دعایہ کیجئے کہ میں داڑھی رکھ لوں۔ حضرتؒ نے یہ بھی دعا فرمادی۔ اور تیسری دعایہ کیجئے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ حضرتؒ نے یہ دعا بھی فرمادی۔ سبحان اللہ، صحبت اور شیخ کی توجہ رنگ ارہی ہے۔ چنانچہ اسی محبت و عقیدت کے ساتھ حضرتؒ سے بیعت کا تعلق قائم کر لیا۔ جب واپس ہوئے تو زندگی بد لنا شروع ہو گئی۔

ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ نہ پیوں گا تو کیا ہوگا؟ اگر میں اللہ کو ناراض کر بیٹھا اور نفس کو خوش کر لیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ چنانچہ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے پینے سے توبہ کر لی۔ چونکہ بہت عرصہ سے پی رہے تھے اس لئے بیمار ہو گئے۔ ہسپتال گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ یکدم چھوڑنا تو ٹھیک نہیں، تھوڑی سی پی لیں وگرنہ موت آجائے گی۔ پوچھنے لگے، تھوڑی سی پی لوں تو زندگی کتنی لمبی ہو جائے گی؟ انہوں نے کہا، دس پندرہ سال۔ کہنے لگے، دس پندرہ سال کے بعد بھی تو مرنا ہے۔ بہتر ہے کہ ابھی مر جاؤں تاکہ مجھے توبہ کا ثواب تو مل جائے۔ چنانچہ پینے سے انکار کر دیا۔

اسی دوران ایک مرتبہ عبدالرب نشتر سے ملنے گئے۔ ماشاء اللہ وہ اس وقت وزیر تھے۔ ان کا توبہ اپروٹوکول تھا۔ یہ جب ان سے ملنے گئے تو جسم پر پھٹے پرانے کپڑے تھے اور بال بھی ایسے ہی، شکل و صورت بھی بالکل سادہ تھی۔ جب وہاں گئے تو چوکیدار نے سمجھا کہ کوئی مانگنے والا فریاد لے کر آیا ہوگا۔ چنانچہ اس نے کہا، جاؤ میاں! وہ مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا، اچھا۔ اپنے پاس سے کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالا اور اس پر ایک مصرعہ لکھ کر عبدالرب نشتر کو بھیجا کیونکہ وہ بھی صاحب ذوق تھے۔ عجیب مصرعہ لکھا:

نشتر کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ

کنایہ دیکھئے، کیا ہی استادانہ بات کسی! جب کاغذ کا یہ پرزہ وہاں گیا تو عبدالرب نشتر اس پرزہ کو لے کر باہر نکل آئے۔ کہا، جناب! آپ تشریف لائے ہیں، اور اندر لے گئے، بٹھایا اور حال پوچھا، چنانچہ بتایا کہ زندگی کا رخ بدل لیا ہے۔

تھوڑے عرصہ بعد چہرے پر سنت سجالی۔ لوگ ان کو دیکھنے کیلئے آتے تو انہوں نے اس حالت پر بھی شعر لکھ دیا۔ اب چونکہ طبیعت سے تکلفات ختم ہو گئے تھے،

سادگی تھی اس لئے سیدھی سیدھی بات لکھ دی۔ فرمایا :

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوا

شیخ کامل کی صحبت سے جگر پر پھر ایسی واردات ہوتی تھیں کہ عارفانہ اشعار کہنا شروع کر دیئے۔ چنانچہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ اللہ رب العزت نے ان کو باطنی بصیرت عطا فرمادی۔ ایک ایسا شعر کہا جو لاکھ روپے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اس ساری تفصیل کے سنانے کا اصل مقصد بھی یہی شعر سنانا ہے جو اس عاجز کو بھی پسند ہے۔ یہ شعر یاد کرنے کے قابل ہے :

میرا کمال عشق میں اتنا ہے بس جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

فنائی اللہ کا مقام :

میرے دو ستو! یہ کیفیت انسان میں اس وقت آتی ہے جب فنائے قلبی نصیب ہو جائے۔ یہ تصوف کا پہلا قدم ہے۔ جب فنا نصیب ہو جاتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ اَلْفَانِي لَّا يَرَدُّ كَهَانِي واپس نہیں آتا۔ یعنی پھر گرتا نہیں ہے۔ اس سے پہلے پہلے گر بھی سکتا ہے۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ بعض سالکین کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فانی کیوں نہیں لوٹ سکتا۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک آسان سی مثال سمجھائی۔ فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی آدمی بالغ ہونے کے بعد پھر نابالغ نہیں ہو سکتا اسی طرح جس نے فنائی اللہ کا مقام حاصل کر لیا وہ طریقت کا بالغ ہو گیا، اب اللہ تعالیٰ اسے گرنے سے محفوظ فرمائیں گے۔ تو ذکر کو ایک ایسے نقطہ تک پہنچانا

ضروری ہے کہ جس پر انسان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت نصیب ہو جائے۔ وگرنہ میرے دوستو! اس سے پہلے کئی لڑکھڑا جاتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کس وقت ہمارے ساتھ کیا معاملہ بن جائے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمحل ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

چار دن کی چاندنی :

عشق انسان کیلئے ایک طبیب کا درجہ رکھتا ہے۔ اس سے مراد عشق الہی ہے، دنیا کا حسن نہیں۔ یہ تو چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔ دنیا والے تو جب حسینوں کو دیکھتے ہیں تو وہ سمجھ جاتے ہیں، ان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، ایمان کمزور ہو جاتا ہے، متزلزل ہو جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ غازے، یہ ڈسٹمپر اللہ والوں کو پیغمبر کی راہ سے نہیں ہٹا سکتے۔

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈسٹمپر کی خاطر راہ پیغمبر نہ چھوڑ

اللہ کی قسم! جن کے دلوں میں اللہ کے ساتھ ایک ڈور جڑ جاتی ہے وہ دنیا کے حسینوں کی طرف دیکھنا تو کیا ان کی طرف تھوکتا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ان کے سامنے زلفِ فتنہ گر، دم خزر (گدھے کی دم) بن جایا کرتی ہے۔

ایک آیت کی تفسیر :

یہ فنائیت قلبی پیدا کرنے کے لئے دل پر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا! اءِيمَانُ وَالْوَالِدُونَ! آمِنُوا بِاللَّهِ وَ**

رَسُوْلِهِ اللّٰهُ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اٰمِنُوْا کا مطلب ہے اِتَّقُوْا۔ کہ تم اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو۔ زبان سے الفاظ کے ادا کرنے والو! ان میں حقیقت بھی پیدا کر لو، زندگی اس کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لو۔ میرے دوستو! بات کرنا آسان ہے مگر دل میں اس کی حقیقت کا اتارنا بہت مشکل کام ہے۔ انسان کا نفس ایسا مکار ہے کہ اس کا زور جلدی نہیں ٹوٹتا۔ اسی لئے علامہ اقبال نے فرمایا:

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
باہر کی مسجد بنانا آسان اور اس (دل) کو مسجد بنانا مشکل کام۔

بیت اللہ" کے مفہوم میں وسعت :

یہ قلب عبد اللہ (انسان کا دل) عرش اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا گھر کہا ہے اور اللہ کے گھر کو ہی تو مسجد کہتے ہیں۔ بیت اللہ دنیا کی مسجدوں کی ماں ہے۔ باقی سب مسجدیں گویا اس کی بیٹیاں ہیں۔ کیا بیت اللہ میں معاذ اللہ تعالیٰ رہتے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ وہاں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات کا ورود ہوتا ہے وہاں تو تجلیات ذاتیہ وارد ہوتی ہیں۔ جس طرح بیت اللہ پر تجلیات وارد ہوتی ہیں اسی طرح جو بندہ اپنے دل کو بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات (ذاتیہ) اس بندہ کے دل پر بھی وارد ہوتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا لَا يَسْعَيْنِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلٰكِنْ يَسْعَيْنِيْ قَلْبُ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ (نہ میں زمینوں میں سماتا ہوں نہ آسمانوں میں سماتا ہوں بلکہ میں مومن بندہ کے دل میں سما جاتا ہوں)

میرے دوستو! ہم اپنے گھر کی صفحہ توروزانہ کروائیں تاکہ بدیونہ آئے اور جسے

اللہ تعالیٰ اپنا گھر کہیں اس میں گناہ کبیرہ کی نجاست پھیلائیں۔ اس گھر کے اندر اگر ہم گناہوں کی نجاست پھیلائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اس گھر کی طرف نگاہِ رحمت سے کیسے دیکھیں گے۔

مردہ دل کی پہچان :

ایک شخص حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا، حضرت! پتہ نہیں ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ ہمارے دل تو شاید سو گئے ہیں۔ حضرت نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہا، حضرت! آپ وعظ فرماتے ہیں، قرآن و حدیث بیان کرتے ہیں مگر ہمارے دلوں پر اثر نہیں ہوتا، یوں لگتا ہے کہ ہمارے دل سو گئے۔ حضرت نے فرمایا، بھئی! اگر یہ حال ہے تو پھر یہ نہ کہو کہ دل سو گئے بلکہ یوں کہو کہ دل مو گئے۔ دل مر گئے۔ اس نے کہا، حضرت دل مر کیسے گئے؟ فرمایا بھئی! جو سویا ہوا ہو اسے جھنجھوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے اور جو جھنجھوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں وہ تو مویا ہوا ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث جسے سنائی جائے اور وہ اگر پھر بھی نہ جاگے تو وہ سویا ہوا نہیں بلکہ مویا ہوا ہوتا ہے۔

دل کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے :

جی ہاں، انسان کا دل بسا اوقات گناہوں کی ظلمت کی وجہ سے مر جاتا ہے۔ مگر اسے زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کهن کا چارہ

پرانے مرض کا علاج دل کو زندہ کرنا ہے۔ دل زندہ ہو گیا تو ہمارے اعمال میں

جان آجائے گی۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ زندگی میں بہار آجائے گی۔

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار

دل بیاباں کیا ہوا عالم بیاباں ہو گیا

آج ہمارے اعمال بے جان کیوں ہیں؟ اس لئے کہ قلب میں محبت الہی کی وہ کیفیت نہیں جو ہونی چاہئے تھی۔ اس محبت کے ساتھ جو آدمی عمل کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو وہ اعمال پسند آجاتے ہیں۔ اگر دل پر محنت کر کے شیشے کی طرح چمکا دیا جائے تو پھر دیکھئے کہ اللہ رب العزت انسان کو کیسی کامیابیاں عطا فرماتے ہیں۔ وہ پروردگار عالم کا مقرب اور چنا ہوا بندہ بن جاتا ہے۔ اس کے قدم جدھر لگ جائیں زمین کے وہ ٹکڑے خوش ہو جاتے ہیں۔

بندہ ء مومن کی دعا کی شان :

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جب مومن کی دعا کے الفاظ اوپر پہنچتے ہیں تو فرشتے حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بڑی مانوس آواز ہے، یہ آواز تو وہی ہے جو ہم پہلے بھی سنا کرتے تھے، فرشتے اس دعا کے لئے دروازے کھولتے چلے جاتے ہیں۔ اس بندہ کی آواز اللہ کے حضور پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کا شرف عطا فرمادیتے ہیں۔

اللہ اکبر

محبت الہی کے اثرات

میرے دوستو! جب محبت الہی دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو یہ انسان کو لوج ثریا پر پہنچا دیتی ہے، جس آنکھ میں محبت سماگئی وہ نگاہ نگاہ ناز بن گئی، جس زبان میں محبت سماگئی

وہ زبان شجر موسوی کا مصداق بن گئی، جس دل میں محبت الہی سماگئی وہ قلب عرش اللہ کا مصداق بن گیا، جس شخصیت میں محبت الہی سماگئی وہ شخصیت برکات الہی کا سرچشمہ بن گئی۔ غرض یہ محبت الہی انسان کو اتنا اونچا اٹھاتی ہے کہ یہ خاک کی مٹھی فرشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

جب انسان حقیقی معنوں میں انسان بن جائے تو پھر اس کی ذات میں، کلام میں، نگاہ میں اور ہاتھوں میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے اعمال میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ نمازیں پڑھتے ہیں تو اس کا مزہ اور ہوتا ہے، مہمان نوازی کا مزہ اور ہوتا ہے، راتوں کو اٹھنے کا مزہ اور۔ ان کی پوری زندگی راتوں کو جاگنے میں گزر جاتی ہے۔

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے

بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے خیال میں

تاروں سے پوچھ لو میری روداد زندگی

راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں

ان باتوں کی وضاحت دو مثالوں سے سمجھئے۔

حضرت عیسیٰ کی مثال :

حضرت عیسیٰؑ کسی مردے کو قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فرماتے تو اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے

لئے اس مردے کو زندہ فرما دیتے تھے۔ آج ہم سب مل کر کسی مردے کو قُمْ بِاِذْنِ

اللّٰهِ کہیں تو کیا وہ کھڑا ہو جائے گا؟ نہیں کھڑا ہوگا۔ حالانکہ الفاظ وہی ہیں مگر کہنے والی

زبان میں فرق ہے۔ ان کی زبان ایسی مبارک تھی کہ فَمِ بِإِذْنِ اللَّهِ كَلَّمْتَهُ تَحْتَهُ
اور مردے کھڑے ہو جاتے تھے۔

آئی جی پولیس کی مثال :

ایک عام آدمی سڑک پر جا رہا ہو اور وہ کسی پولیس والے کو دیکھے کہ وہ ٹھیک کام
نہیں کر رہا۔ اس پر وہ پولیس والے سے کہے کہ میں نے تمہیں نوکری سے معطل کر دیا
ہے تو کیا وہ پولیس والا معطل ہو جائے گا؟ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اس کی گردن ناپے گا کہ
تو کون ہوتا ہے ایسی بات کرنے والا۔ اس کے بعد اگر اسی سڑک سے آئی جی پولیس
گزرے اور اسی پولیس والے کو بلا کر کہے کہ تیرا بیٹی نمبر کیا ہے؟ جاؤ میں نے تمہیں
معطل کر دیا۔ اب وہ معطل ہو جائے گا یا نہیں؟ ضرور معطل ہو جائے گا، حالانکہ الفاظ
وہی ہیں۔ ایک عام آدمی نے کہا تو الٹا اس کی جان کا مخالف بنا اور وہی الفاظ آئی جی
پولیس نے کہے تو وہ معطل ہو گیا۔ فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ آئی جی کو ایک مقام
حاصل ہوتا ہے جبکہ عام آدمی کو وہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔

اسی طرح جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے
کردار اور گفتار میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

ایک صحابیؓ کی گفتار میں تاثیر :

صحابہ کرامؓ نے جب فارس پر حملہ کیا تو ایک ایسے شہر کا محاصرہ کیا جس میں بادشاہ

کا تخت بھی تھا۔ محاصرہ کئے ہوئے مسلمانوں کو کافی دن گزر گئے۔ بادشاہ نے اپنے
 ہمواؤں سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کریں، یہ تو جدھر بھی
 قدم اٹھاتے ہیں کامیاب ہو جاتے ہیں، اگر یہ ہم پر مسلط ہو گئے تو ہم کیا کریں گے۔
 لوگوں نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ ان کو بلا کر اپنا دبدبہ اور جاہ و جلال
 دکھائیں۔ یہ بھوکے ننگے لوگ ہیں، یہ ہمارے مال و دولت سے ڈر جائیں گے۔ اس
 نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے پیغام بھجوایا کہ صلح کے لئے کوئی ہمدہ بھججو جو
 مذاکرات کرے۔ صحابہ کرام نے ایک صحابیؓ کو اس طرف روانہ کیا۔

یہ ایسے صحابیؓ تھے جن کا کرتہ پھٹا ہوا تھا اور بھول کے کانٹوں سے سلا ہوا تھا۔ ان
 کے بیٹھنے کے لئے گھوڑے پر زین نہیں تھی بلکہ ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر آئے اور ہاتھ میں
 صرف نیزہ تھا۔ وہاں جا کر بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے۔ بادشاہ کو بڑا غصہ آیا کہنے لگا،
 تمہیں کوئی لحاظ نہیں کہ تم کس کے پاس آئے ہو، نہ کوئی آداب کا خیال، نہ طریقہ نہ
 سلیقہ۔ فرمایا کہ ہمارے محبوب ﷺ نے ہمیں بادشاہوں کے دربار میں اسی شان سے
 آنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ یہ سن کر اسے بڑا غصہ آیا۔ کہنے لگا تم کیا چاہتے ہو؟ فرمایا
 اَسْلِمَ تَسْلِمَ اِسْلَامِ قَبُولِ كَر لے سلامتی پا جا۔ کہنے لگا، نہیں قبول کرتا۔ فرمایا کہ اگر
 نہیں قبول کرتا تو پھر حکومت ہماری ہوگی اور تمہیں رہنے کی پوری آزادی ہوگی۔ اس
 نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی حکومت ایسے بھوکے ننگے غریب لوگوں کے
 حوالے کر دیں؟ صحابیؓ فرمانے لگے، اچھا یاد رکھنا کہ اگر یہ بات نہ مانی تو ہم تمہارے
 ساتھ جنگ کریں گے، تلوار ہمارا اور تمہارا فیصلہ کرے گی اور تمہاری بیٹیاں ہمارے
 بستر بنایا کریں گی۔

بھرے دربار میں تلواروں کے سایہ میں بادشاہ کو اس طرح بے خوف ہو کر ایک

بات کہہ دی۔ درباریوں کے سامنے یہ بات سن کر بادشاہ کا پسینہ چھوٹ گیا۔ اس کی بڑی سبکی ہوئی۔ کہنے لگا، اچھا! تمہاری تو یہ زنگ بھری تلواریں ہیں، تم ان کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کرو گے؟ آپ تڑپ کر بولے اے بادشاہ! تم نے ہماری زنگ بھری تلواروں کو تو دیکھا ہے لیکن تلواروں کے پیچھے والے ہاتھوں کو نہیں دیکھا، تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کن ہاتھوں میں یہ تلواریں ہیں۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اللہ رب العزت نے ان کو کامیابی سے ہمکنار فرمادیا۔ جی ہاں، جو غیر اللہ سے نہیں ڈرتے اللہ تعالیٰ ان کی گفتار میں یوں تاثیر پیدا فرمادیتے ہیں۔

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیر توڑ دیتا تھا

حکم دیتا تھا دریا کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

مفتی الہی بخش نقشبندیؒ کی گفتار میں تاثیر:

کاندھلہ میں زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا جس پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھگڑا تھا۔ ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے ہم یہاں مندر بنائیں گے اور مسلمان کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے ہم یہاں مسجد بنائیں گے۔ جب دونوں طرف سے اس قسم کی باتیں ہونے لگیں تو پورے شہر کے اندر آگ لگنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ انگریز حکمران تھا۔ وہ پریشان ہوا کہ اب اس بات کو کیسے سنبھالا جائے۔ مقدمہ عدالت میں پہنچ گیا۔ جج انگریز تھا۔ اس کے سامنے مسلمان بھی کھڑے تھے اور ہندو بھی۔ جج نے کہا کوئی تجویز بتادو کہ جس سے جھگڑے کے بغیر ہی کوئی فیصلہ ہو سکے۔ ہندوؤں نے کہا کہ ہمارے پاس ایک تجویز ہے۔ جج نے پوچھا، وہ کونسی؟ کہنے لگے، ہم ایک مسلمان عالم کا نام بتادیتے ہیں۔ آپ ان کو اپنے پاس بلا لیجئے، اور ان سے پوچھ لیجئے کہ یہ جگہ کس کی ہے۔ اگر وہ کہیں کہ ہندوؤں کی ہے تو ہمارے حوالے کر دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ

مسلمانوں کی ہے تو ان کے حوالے کر دیجئے۔ مگر ہم ان کا نام صرف آپ کو تنہائی میں بتائیں گے، لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کریں گے۔ حج نے مسلمانوں سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ منظور ہے؟ مسلمانوں نے سوچا کہ وہ مسلمان ہو گا لہذا وہ مسجد بنانے کیلئے بات کرے گا۔ چنانچہ کہنے لگے، ہاں منظور ہے۔ حج نے فیصلہ کیلئے اگلی تاریخ دے دی۔

حج نے ہندوؤں سے تنہائی میں نام پوچھا تو انہوں نے مفتی الہی بخش کا نام بتایا جو کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے صاحب نسبت بزرگ تھے۔ باہر نکل کر دوسرے ہندوؤں نے اپنے نمائندہ ہندوؤں کی بڑی ملامت کی کہ تم نے ایک مسلمان کا نام دے دیا ہے۔ وہ تو مسلمانوں کے حق میں گواہی دے گا، تم نے تو اپنے ہاتھوں سے خود ہی زمین دے دی۔ مگر مسلمانوں کے دل بڑے خوش تھے کہ ایک مسلمان کی گواہی ملی جائے گی۔ چنانچہ وہ خوشیاں منانے لگے۔

جب اگلی تاریخ آئی تو کثیر تعداد میں لوگ عدالت میں پہنچ گئے۔ مفتی الہی بخش بھی وہاں تشریف لے آئے۔ حج نے مفتی صاحب سے کہا، جناب! آپ بتائیے کہ یہ زمین مسلمانوں کی ہے یا ہندوؤں کی؟ مسلمان خوش تھے کہ ابھی کہیں گے کہ مسلمانوں کی ہے مگر مفتی صاحب نے فرمایا، یہ زمین ہندوؤں کی ہے۔ حج نے پوچھا کیا اس زمین پر ہندو اپنا گھر بنا سکتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا، جب ہندوؤں کی ملکیت ہے تو مندر بنائیں یا گھر بنائیں ان کی مرضی، ان کو اختیار ہے۔ چنانچہ حج نے اسی وقت ایک تاریخی فیصلہ تاریخی الفاظ میں لکھا:

"آج کے اس مقدمے میں مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا"

جب حج نے یہ فیصلہ سنایا تو ہندوؤں نے کہا، حج صاحب! آپ نے فیصلہ ہمارے

حق میں دے دیا ہے۔ ہم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں۔ اب ہم اپنے ہاتھوں سے اس جگہ مسجد بنائیں گے۔ سبحان اللہ

ایک اللہ والے کی زبان سے نکلی ہوئی سچی بات کا یہ اثر ہوا کہ ہندوؤں نے اسلام بھی قبول کیا اور اپنے ہاتھوں سے مسجد بھی بنا دی۔ کسی نے کیا ہی اچھی بات کہی :

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

حضرت محمد درہمدیؒ کی نگاہ میں تاثیر :

میرے دوستو! جس آدمی کے دل میں محبت الہی رچ بس جاتی ہے پروردگار عالم اس کی برکت سے ایسے ایسے بڑے کام کروا دیتے ہیں جو بڑی بڑی قوتیں مل کر نہیں کر سکتیں۔ ساتویں صدی ہجری میں مسلمانوں میں غفلت کی عجیب کیفیت تھی۔ تاتاری آندھی کی طرح اٹھے اور انہوں نے مسلمانوں سے تخت و تاج چھین لیا۔ بغداد میں ایک دن میں اڑھائی لاکھ مسلمانوں کو ذبح کیا گیا۔ مسلمانوں پر ان کا اتار عب تھا کہ ایک مقولہ بن گیا کہ اگر تمہیں کوئی کسے کہ فلاں محاذ پر تاتاریوں نے شکست کھائی تو اسے تسلیم نہ کرنا۔

درہمدی ایک شہر تھا۔ تاتاریوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہاں کے سب مسلمان شہر سے بھاگ نکلے۔ مگر خواجہ محمد درہمدیؒ اور ان کے ایک خادم خاص مسجد میں بیٹھے رہے۔ جب تاتاری شہزادہ شہر میں داخل ہوا تو مسلمانوں کے دولت اور مال سے بھرے ہوئے عالیشان گھروں کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ دیکھو، دشمن اتنا ڈرپوک ہے کہ اپنی ناز و نعمتوں سے بھری جگہوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اس نے فوجیوں سے کہا کہ پورے شہر میں دیکھو کہ کوئی آدمی موجود تو نہیں۔ اس کو اطلاع ملی

کہ دوہدے موجود ہیں۔ اس نے کہا کہ گرفتار کر کے پیش کرو۔ چنانچہ فوجی آئے اور انہوں نے ان دونوں کو زنجیروں سے باندھ دیا۔

وہ ان کو لے کر شہزادے کے سامنے پیش ہوئے۔ شہزادے نے دیکھ کر کہا کہ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ اس شہر میں ہم داخل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہمیں معلوم تھا۔ وہ کہنے لگا، پھر تم شہر چھوڑ کر کیوں نہیں نکلے؟ فرمایا، ہم تو اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ اس نے کہا، تم کہتے ہو کہ ہم اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے، تمہیں پتہ نہیں کہ ہمارے پاس تلواریں بھی ہیں، تمہیں پتہ نہیں کہ ہم نے تمہیں زنجیروں سے باندھا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا، یہ زنجیریں کیا ہیں؟ کہنے لگا، کیوں؟ فرمایا، یہ زنجیریں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ وہ حیران ہوا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ یہ زنجیریں کچھ نہیں کر سکتیں۔ کہنے لگا، تمہیں ان زنجیروں سے ہمارے سوا کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ فرمایا، کیا کوئی نہیں چھڑا سکتا؟ حضرت محمد درہدیٰ کو جلال آیا اور وہیں کھڑے کھڑے شہزادے کے سامنے کہا "اللہ"۔ اللہ کے لفظ سے زنجیریں ایسے ٹوٹیں جیسا کچا دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس سے شہزادے کے دل پر رعب بیٹھ گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے فوجیوں سے کہا کہ ان کو اسی شہر میں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ شہزادے کو ان سے عقیدت ہو گئی۔ لہذا وہ کبھی کبھی ان بزرگوں کے پاس آتا جاتا۔ حضرت درہدیٰ نے اس کے سینے پر نگاہیں گاڑ کر اس کے دل کی دنیا کو بدلا۔ حتیٰ کہ ایک وقت آیا کہ اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی وجہ سے دوسرے شہزادے بھی مسلمان ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے پوری سلطنت پھر مسلمانوں کے حوالے فرمادی :

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

جو کام پوری قوم نہ کر سکی اللہ کے ایک بندے نے وہ کام کر دیا :
 نہیں فقر و سلطنت میں۔ کوئی امتیاز ایسا
 یہ نگہ کی تیر بازی وہ سپہ کی تیر بازی
 حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کی گفتار میں تاثیر :

محبت الہی سے انسان کے کلام میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ وہی باتیں آپ عام
 بندے سے بھی سنیں گے مگر طبیعت پر اثر نہیں ہو گا اور اگر کسی عشق والے کامل
 بندے سے سنیں گے تو طبیعت پر اثر ہو گا۔ الفاظ ایک جیسے ہوں گے مگر الفاظ کہنے والی
 زبان میں فرق ہو گا۔ مشائخ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عبدالقدوس
 گنگوہیؒ کے بیٹے شاہ رکن الدین فارغ التحصیل ہو کر آئے۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔
 حضرت نے فرمایا، رکن الدین! کچھ نصیحت کرو۔ رکن الدین نے بڑا علم حاصل
 کیا تھا۔ لہذا اٹھے اور بڑی معرفت کی باتیں بیان کرنا شروع کر دیں، بڑے نکات بیان
 کئے۔ مجمع خاموشی سے سنتا رہا مگر کسی کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب انہوں نے بیان
 مکمل کر لیا تو حضرت نے فرمانے لگے کہ ہاں رکن الدین! رات ہم نے اپنے لئے دودھ
 رکھا تھا، بس ایک ملی آئی اور وہ دودھ پی کر چلی گئی۔ حضرت کے الفاظ کہنے ہی تھے کہ
 مجمع لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا۔ حضرت نے پوچھا، بیٹے! آپ نے معارف بیان کئے مگر
 مجمع پر اثر انداز نہ ہوئے۔ میں نے تو اتنا ہی کہا کہ میں نے دودھ رکھا تھا اور ملی پی گئی۔
 یہ سن کر مجمع لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا ہے، اس کی کیا وجہ؟ بیٹا سمجھ گیا۔ چنانچہ کہنے
 لگا، ابو! جس زبان سے یہ الفاظ نکلے اس زبان میں یہ تاثیر تھی جس نے لوگوں کے
 دلوں کو اس طرح پگھلا دیا ہے۔

شاہ عبدالقادر کی نگاہ میں تاثیر :

اللہ والوں کی نگاہ جس پر پڑ جاتی ہے اس چیز پر بھی اثر ہو جایا کرتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالقادر نے ایک مرتبہ مسجد فتح پور دہلی میں چالیس دن کا اعتکاف کیا۔ جب باہر دروازہ پر آئے تو ایک کتے پر نظر پڑ گئی۔ ذرا غور سے اس کو دیکھا۔ اس کتے میں ایسی جاذبیت آئی کہ دوسرے کتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے۔ وہ جہاں جا کر بیٹھتا دوسرے کتے اس کے ساتھ جا کر بیٹھتے۔ حضرت اقدس تھانوی نے جب یہ واقعہ سنا تو ہنس کر فرمایا کہ وہ ظالم کتا بھی کتوں کا پیر بن گیا۔ دیکھا، ایک ولی کامل کی نظر ایک جانور پر پڑی تو اس کے اندر یہ کیفیت پیدا ہو گئی، اگر انسان پر نظر پڑے گی تو اس انسان کے اندر وہ کیفیت پیدا کیوں نہیں ہوگی۔

مفتی لطف اللہ کے کردار میں تاثیر :

حضرت مفتی لطف اللہ سہارنپوری دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ایک مرتبہ اپنی مستورات کو لے کر کسی شادی میں شمولیت کیلئے جانا تھا۔ ایک سواری بنالی جس کے اوپر گھر کی ساری عورتیں بیٹھ گئیں، بچے بھی بیٹھ گئے۔ مرد صرف آپ ہی ساتھ تھے۔ آپ ان کو لے کر شادی میں شریک ہونے کیلئے دوسری جگہ جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک جگہ ویرانہ آیا۔ وہاں کچھ ڈاکو چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ کوئی سواری آرہی ہے جس پر بہت ساری پردہ دار خواتین ہیں اور صرف ایک مرد ہے تو وہ باہر نکل آئے۔ سواری کو گھیر لیا۔ کہنے لگے کہ ہم مال بھی لوٹیں گے اور عزتیں بھی خراب کریں گے۔ حضرت فرمانے لگے، آپ

یہ سارے کا سارا مال لے جائیں مگر ان پردہ دار خواتین کے سروں سے چادریں نہ کھینچے۔ آپ کو ان کے کانوں سے زیور کھینچنے کی ضرورت نہیں، ہم خود ہی اتار کر سارے کا سارا زیور آپ کو دے دیتے ہیں۔ ڈاکو کہنے لگے بہت اچھا۔ آپ نے گھر کی مستورات سے فرمایا کہ سب زیورات اتار کر دے دو۔ وہ نیک عورتیں تھیں۔ انہوں نے سب چوڑیاں، سب انگوٹھیاں وغیرہ اتار کر ایک رومال میں رکھ دیں۔ آپ نے اس کی گٹھڑی باندھی اور ڈاکوؤں کے سردار کے حوالے کر دی۔ اور فرمایا کہ ہمارے پاس جتنا زیور تھا وہ ہم نے آپ کو دے دیا ہے۔ آپ ہماری پردہ دار خواتین کی ناموس کو دھبہ نہ لگائیں اور اب ہماری جان بخشی کر دیں۔ ڈاکوؤں نے جب دیکھا کہ مال کی گٹھڑی خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے باندھ کر دے دی ہے تو کہنے لگے، بہت اچھا آپ جائے۔

جب آپ تھوڑا سا آگے بڑھے تو گھر کی عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ اوہو! میری ایک انگلی میں سونے کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا چھلہ (Ring) رہ گیا ہے، میرا دھیان ہی نہیں گیا، میں نے تو وہ دیا نہیں۔ آپ نے سنا تو سواری کو روک دیا اور اسے کہا کہ وہ بھی اتار کر دے دو، کیونکہ میں نے کہا تھا کہ ہم تمہیں سارے زیورات دیں گے، اب یہ مناسب نہیں کہ ہم یہ چھلہ واپس لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے وہ چھلہ لیا اور ڈاکوؤں کے پیچھے بھاگنے لگے۔ جب ڈاکوؤں نے دیکھا کہ کوئی پیچھے بھاگتا ہوا آ رہا ہے تو پہلے تو وہ گھبرائے پھر انہوں نے کہا، کوئی بات نہیں، یہ تو اپنے ہاتھ سے پوری گٹھڑی باندھ کر دے چکا ہے، اب یہ ہمارا کیا کر لے گا۔ چنانچہ وہ وہیں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت وہاں پہنچے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آپ ان کی منت کر کے فرمانے لگے کہ میں نے آپ سے تو وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے سب زیورات آپ کو دے

دیں گے مگر یہ ایک چھوٹا سا چھلہ ہماری ایک بیٹی نے پہنا ہوا تھا۔ اس کی طرف دھیان ہی نہ گیا، اور یہ ہمارے ساتھ جا رہا تھا، میں یہ لے کر آیا ہوں تاکہ یہ بھی آپ لوگوں کے حوالے کر دوں۔

ڈاکوؤں کے سردار نے جب یہ سنا تو اس کے جسم کے اندر ایک ایسی لہر دوڑی کہ اسے پسینہ آگیا اور کہنے لگا، اوہو! یہ اتنا نیک اور دیانتدار بندہ ہے، یہ تو اتنی چھوٹی سی بات کا اتنا لحاظ رکھتا ہے اور میں نے بھی اپنے پروردگار کا کلمہ پڑھا ہے مگر میں اپنے پروردگار کے کلمے کی لاج نہیں رکھتا۔ چنانچہ اسی وقت کہنے لگا، حضرت میری زندگی برائی کرنے اور لوگوں کی عزتیں لوٹنے میں گزر گئی ہے اور میں نے لوگوں کا مال بھی چھینا ہے، بہت گناہ گار ہوں۔ مجھے آپ بھی معاف کر دیں اور مجھے توبہ کا طریقہ بھی بتا دیں تاکہ میرا پروردگار بھی مجھے معاف کر دے۔

ایک عورت کی برکت سے قحط سالی ختم:

میرے دوستو! یاد رکھئے کہ جس انسان کے اندر محبت الہی پیدا ہو جاتی ہے، اگر اس کی برکت سے دعائیں مانگی جائیں تو اللہ رب العزت ان دعاؤں کو بھی شرف قبولیت نصیب فرمادیتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دہلی میں قحط پڑا۔ بارش ہونا بند ہو گئی۔ جس کی وجہ سے دریا، نہریں اور تالاب خشک ہو گئے۔ سبزیاں اور کھیتیاں خشک ہو گئیں۔ پانی اور غلے کی قلت ہو گئی۔ ہر طرف گرمی کی وجہ سے لوگ بے تاب ہو گئے، بچے رونے لگے، مائیں تڑپنے لگیں، جانور پریشان ہو گئے، چرند پرندہ نڈھال ہو گئے کہ قحط سالی کیسے ختم ہو۔ علمائے کرام نے فیصلہ کیا کہ سارے شہر والے مرد عورتیں بچے بوڑھے خود بھی باہر نکلیں اور اپنے جانوروں کو بھی باہر لائیں اور ایک بڑے میدان میں نماز استسقاء ادا کریں اور

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں تاکہ اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش برسا دیں۔ دہلی کا شہر اس وقت چھوٹا ہوتا تھا۔ چنانچہ سب لوگ باہر نکلے۔ نماز استسقاء ادا کی اور رو کر دعائیں مانگنے لگے کہ اے رب کریم! اپنی رحمت سے بارش نازل فرما اور ہمیں اس مشکل سے نجات عطا فرما۔ مگر ظاہری طور پر کوئی اسباب نظر نہ آئے۔

ایک نوجوان اپنی والدہ کے ہمراہ اونٹ پر سوار قریب سے گزرا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو روک گیا۔ اپنے اونٹ کو وہیں روک کر مجمع کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ قحط سالی سے تنگ آکر لوگ بارش کیلئے دعا مانگ رہے ہیں لیکن بارش کی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ اس نے کہا، بہت اچھا، میں آپ کیلئے بارش کی دعا مانگتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی سواری کے پاس گیا۔ اس نے اپنی والدہ کی چادر کا کونہ پکڑ کر کچھ الفاظ کہے۔ اس کے الفاظ کہنے ہی تھے کہ اسی وقت آسمان پر بادل نمودار ہوئے۔ مجمع وہیں تھا، علماء و مشائخ و ہیں، مرد و عورتیں وہیں کھڑی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش برسا دی۔ اتنی بارش ہوئی کہ لوگ نہال ہو گئے۔

علمائے کرام بڑے حیران ہوئے کہ کیا وجہ ہے کہ اتنے لوگوں نے دعا مانگی مگر قبول نہ ہوئی اور اس نوجوان نے دعا مانگی اور قبول ہو گئی۔ چنانچہ اس نوجوان کے پاس جا کر پوچھا کہ آپ نے کونسی دعا مانگی؟ وہ کہنے لگا، کوئی ایسی خاص دعا تو نہیں، البتہ میں ایک نیک ماں کا بیٹا ہوں، میری ماں تقیہ نقیہ اور پاک صاف زندگی گزارنے والی ہے، کبھی کسی غیر محرم کا ہاتھ اس کے جسم کے ساتھ نہیں لگا۔ جب آپ نے کہا کہ ہم مشکل اور پریشانی میں گرفتار ہیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک ایسی ماں کا بیٹا ہوں جس نے اپنی پوری زندگی پاک دامنی میں گزار دی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی ماں کی چادر کا کونہ پکڑ کر دعا کی کہ اے اللہ! تجھے اس کی پاک دامنی کا واسطہ دیتا ہوں تو

رحمت کی بارش نازل فرمادے۔ اللہ تعالیٰ کو میری ماں کی نیکی اتنی پسند آئی کہ اس نے اس کے واسطے سے رحمت کی بارش بر سادی۔

محبت الہی سے ذات میں تاثیر :

ایک بزرگ تھے۔ وہ سفر پر جا رہے تھے۔ راستہ میں انہیں ایک عیسائی ملا۔ اس نے کہا کہ مجھے بھی سفر پر جانا ہے چلیں ہم اکٹھے سفر کریں۔ چنانچہ اکٹھے سفر پر چل پڑے۔ راستہ میں ان کے پاس کھانے پینے کی جو اشیاء تھیں وہ ختم ہو گئیں۔ فاقے شروع ہو گئے۔ آگے چلے تو سوچا کہ اب کیا کریں۔ ان بزرگ (مسلمان) نے مشورہ دیا کہ آج میں دعا مانگتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جو رزق دیں گے وہ ہم کھالیں گے اور کل آپ دعا مانگنا۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ پہلے دن مسلمان نے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں مسلمان ہوں، اپنے محبوب ﷺ کے دین کی حقانیت کو ظاہر فرمادے اور میری لاج رکھ لے۔

میری لاج رکھ لے میرے خدا

یہ تیرے حبیب کی بات ہے

ابھی دعا مانگی ہی تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی کھانے کی بھری ہوئی ایک بڑی سی طشتری لے کر آگیا۔ مسلمان دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے میری لاج رکھ لی۔ پھر سوچنے لگے کہ آج تو اسلام کی برکت سے کھانا مل گیا ہے، اب دیکھیں گے کہ کل عیسائی کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔

کل کا دن آگیا۔ اب عیسائی کی باری تھی۔ چنانچہ وہ بھی ایک طرف چلا گیا۔ اس نے ایک مختصر سی دعا مانگی اور واپس آگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی دو بڑی بڑی طشتریوں میں بھونا ہوا گوشت لے کر حاضر ہو گیا۔ جب مسلمان بزرگ نے دیکھا تو

حیران ہوئے کہ میں نے کل اسلام کی برکت سے دعا مانگی تو ایک طشتری میں کھانا ملا اور آج اس عیسائی نے دعا مانگی تو اس کی دعا پر دو طشتریوں میں کھانا آگیا۔ یہ کیا معاملہ ہوا؟ ادھر عیسائی بڑا خوش ہے۔ اس نے دسترخوان بچھایا اور کہنے لگا، جناب! آکر کھانا کھا لیجئے۔ مسلمان بزرگ مجھے دل کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے، کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا، کھانا زہر لگ رہا تھا۔ عیسائی نے کہا، مجھے آپ کا دل پریشان سا نظر آتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں واقعی پریشان ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔

وہ کہنے لگا، آپ تسلی سے کھانا کھائیں، میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا۔ وہ فرمانے لگے، نہیں، میں کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ میرا دل غمزدہ ہے، تم خوشخبری پہلے سناؤ تب کھانا کھاؤں گا۔ وہ عیسائی کہنے لگا، جب میں وہاں گیا تو میں نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ تیرا عزت والا مومن بندہ ہے، تو اس کی برکت سے میرے لئے دو طشتریوں میں کھانا بھیج دے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرا واسطہ دینے پر دو طشتریوں میں کھانا بھیج دیا۔ لہذا پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ اللہ اکبر

محبت الہی سے ہاتھ میں تاثیر :

اسی طرح کا ایک اور واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک آدمی ملا۔ پوچھا کون ہو؟ کہنے لگا، میں آتش پرست (آگ پوجنے والا) ہوں۔ دونوں نے مل کر سفر شروع کر دیا۔ راستہ میں بات چیت ہونے لگی۔ اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ آگ تو خدا نہیں، خدا تو وہ ہے جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے۔ وہ نہ مانا۔ بالآخر ان بزرگوں کو بھی جلال آگیا۔ انہوں نے فرمایا، اچھا اب ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اپنے

اپنے ہاتھ اس آگ میں ڈالتے ہیں۔ جو سچا ہوگا آگ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا آگ اس کے ہاتھ کو جلادے گی۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔ چنانچہ اس جنگل میں انہوں نے خوب آگ جلائی۔ آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا۔ جب ان بزرگوں نے دیکھا کہ اب پیچھے ہٹ رہا ہے تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لے کر آگ میں ڈال دیا۔ ان بزرگوں کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان ہوں، اور اللہ تعالیٰ میری حقانیت کو ضرور ظاہر فرمائیں گے، دین اسلام کی شان و شوکت واضح فرمائیں گے۔ لیکن اللہ کی شان، نہ ان بزرگوں کا ہاتھ جلا اور نہ اس آتش پرست کا ہاتھ جلا۔ وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے کہ اے اللہ! میں سچے دین پر تھا، آپ نے مجھ پر تو رحمت فرمادی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرمایا، یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا، آگ اس کے ہاتھ کو جلادیتی۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ میرے پیارے! ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جبکہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑا ہوا تھا۔ سبحان اللہ، اللہ والوں کے ہاتھوں میں ایسے برکت آجاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ هُمْ رِجَالٌ لَا يَشْقَىٰ کہ وہ ایسے بدے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد نخت نہیں ہوا کرتا۔ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالیں اللہ تعالیٰ اس کام کو آسان فرمادیتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں درختوں کی ٹہنیاں ہوں اور دشمن تلواریں لے کر آئے تو وہ ٹہنیاں بھی تلواریں بن جایا کرتی ہیں۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

سات آدمیوں کی برکت :

حدیث پاک میں آتا ہے إِنَّ لِلَّهِ فِي كُلِّ زَمَانٍ..... الخ سات ہمدے ایسے ہیں کہ بِهِمْ يُنْزَلُونَ کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں، وَبِهِمْ يُنْصَرُونَ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے ہمدوں کی مدد فرماتے ہیں۔ وَبِهِمْ يُرْزَقُونَ اور ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے ہمدوں کو رزق دیتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے محنت کی ہوتی ہے۔ ان کے رگ و ریشہ میں اللہ رب العزت کی محبت سما چکی ہوتی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ ہم اس درجے کو کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ میرے دوستو! یہ درجہ اور مقام ہر انسان حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو شریعت و سنت کے مطابق ڈھال لے۔ یہ نہیں ہے کہ یہ صرف مقدر میں تھا بلکہ اللہ رب العزت نے اس (معرفت خداوندی) کو سب کے لئے آسان فرمادیا۔ جیسے آپ میں سے کوئی آدمی چاہے کہ میں پہلو ان بن جاؤں اور وہ اس کیلئے اچھی غذا کھائے، محنت کرے اور مشقت اٹھائے تو کچھ دنوں کے بعد اس کی صحت یقیناً پہلے سے بہتر ہوگی۔ یہی روحانی صحت کا حال ہے کہ اگر کوئی انسان سچی سچی توبہ کر لے اور آئندہ نیکو کاری کا ارادہ کر لے اور سنت کے مطابق زندگی کو ڈھالتا چلا جائے، تقویٰ کی زندگی کو اختیار کر لے تو پروردگار اس کی روحانی صحت میں ضرور بالضرور اضافہ فرمادیں گے اور اسے اللہ رب العزت کا قرب نصیب ہو جائے گا۔ یہاں ایک اصول ذہن میں رکھئے کہ نبوت و ہبی چیز ہے جو صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو نصیب ہوتی ہے

اور ولایت کسی چیز ہے جو ہر ہمدہ محنت کر کے حاصل کر سکتا ہے۔

محبت الہی کارنگ :

انسان کو جب یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس پر محبت الہی کا ایسا رنگ چڑھ جاتا ہے کہ اسے ہر شے سے زیادہ اپنے پروردگار کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ اسی رنگ کے بارے میں اللہ رب العزت نے خود ارشاد فرمایا، صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةَ اللَّهِ كَرِنگ اور اللہ سے کون بہتر ہے رنگنے میں۔ یاد رکھیں کہ ایک رنگ ہوتا ہے، ایک رنگ فروش ہوتا ہے اور ایک رنگ ریز ہوتا ہے۔ یہ کتاب و سنت رنگ ہے، علمائے کرام رنگ فروش ہیں اور اولیائے عظام رنگ ریز ہیں۔ کپڑے پر جس طرح رنگ ریز رنگ چڑھا دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ والے اللہ کارنگ چڑھا دیتے ہیں۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو جا یا سنگ ہو جا

مولانا محمد علی جوہر پر محبت الہی کارنگ :

مولانا محمد علی جوہر قریب زمانہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے نقشبندی مشائخ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ ان مشائخ نے ان کے دل میں محبت الہی بھر دی تھی۔ انہوں نے دل میں عہد کر لیا کہ مسلمانوں کو جب تک آزادی نہیں ملے گی میں اس وقت تک قلم کے ذریعے جہاد کرتا رہوں گا۔ اس مقصد کیلئے آپ انگلینڈ تشریف لے گئے۔ وہاں کے اخبارات میں اپنے مضامین لکھنا شروع کر دیئے کہ انگریز کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو آزادی دے دیں۔ انہوں نے وہاں یہ نیت کی کہ جب تک مسلمانوں کو آزادی نہیں ملے گی میں واپس وطن نہیں جاؤں گا۔ اسی حال میں کئی

مرتبہ ان کو تکالیف بھی آئیں اور جیل میں بھی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ انہوں نے جیل میں چند اشعار لکھے۔ فرمایا:

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
 پر غیب میں سامان بقا میرے لئے ہے
 پیغام ملا تھا جو حسین ابن علیؑ کو
 خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہے
 یوں ابر سیہ پر تو فدا ہیں سبھی مے کش
 پر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لئے ہے
 اللہ کے رستے میں جو موت آئے میجا
 اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
 توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
 یہ بدہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اسی قیام کے دوران آپؐ کی بیٹی بیمار ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے علاج معالجہ کرنے سے جواب دے دیا۔ ماں نے اپنی جوان عمر بیٹی سے پوچھا، بیٹی! کوئی آخری تمنا ہو تو بتا دے۔ بیٹی نے کہا، اباجی کی زیارت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ ماں نے خط لکھوا دیا۔ قریب الموت بیٹی کا خط پردیس میں ملا کہ میں اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہی ہوں اور دل کی آخری تمنا ہے کہ ابا حضور تشریف لائیں تو میں آپ کا دیدار کروں۔ حضرت کو جب وہ خط ملا تو دو شعر اسی خط کی پشت پر لکھ کر واپس بھیج دیا۔ فرمایا:

میں تو مجبور سہی اللہ تو مجبور نہیں
 تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں

تیری صحت ہمیں منظور ہے لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

حضرت عثمان خیر آبادیؓ پر محبت الہی کا رنگ :

حضرت عثمان خیر آبادیؓ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی ایک دکان تھی۔ ان کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک آتا اور اس کے پاس کبھی کوئی کھوٹا سکہ ہوتا تو وہ پہچان تو لیتے تھے مگر پھر بھی وہ رکھ لیتے اور سودا دے دیتے۔ اس دور میں چاندی کے بنے ہوئے سکے ہوتے تھے۔ وہ سکے گھسنے کی وجہ سے کھوٹے کہلاتے تھے۔ وہ کھوٹے سکے جمع کرتے رہتے۔ ساری زندگی یہی معمول رہا۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو آخری وقت انہوں نے پہچان لیا۔ اس وقت اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! میں ساری زندگی تیرے بندوں کے کھوٹے سکے وصول کرتا رہا تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرمالمے۔ سبحان اللہ محبت الہی کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے۔

عشق و محبت کی دکانیں :

حضرت مولانا محمد علی مونگیرؒ نے حضرت شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادیؒ کی صحبت میں جانا شروع کر دیا۔ یہ ذرا عقلی بندے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحبؒ نے بڑے رازدارانہ لہجہ میں پوچھا کہ محمد علی! کیا تم نے کبھی عشق کی دکان بھی دیکھی ہے؟ انہوں نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر کہنے لگے، جی حضرت! میں نے عشق کی دو دکانیں دیکھی ہیں۔ ایک شاہ آفاق کی اور دوسری شاہ عبد اللہ کی۔ غلام علی دہلویؒ جو سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ دکانوں سے مراد خانقاہیں ہیں کیونکہ عشق الہی کا سود اللہ والوں کی خانقاہوں سے ملتا ہے۔

عشق کی ایک دکان کا آنکھوں دیکھا حال :

میرے دوستو! اللہ کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں۔ اس عاجز نے مجمع میں کبھی اس طرح قسمیں نہیں کھائیں۔ مگر آج میرے جی نے چاہا کہ یہ بات عرض کر دی جائے کہ اس عاجز نے بھی اپنی زندگی میں عشق کی ایک دکان دیکھی ہے۔ اس کے گواہ حضرت حکیم عبداللطیف صاحب مرظلہ (العالی بیٹھے ہیں۔ وہ عشق کی دکان چکوال میں دیکھی تھی۔ وہاں پینے والے آتے تھے، کوئی مشرق سے آتا تھا، کوئی مغرب سے آتا تھا، کوئی پشاور سے آتا تھا، کوئی کراچی سے آتا تھا، کہیں سے منیر صاحب چلے آ رہے ہوتے تھے، کہیں سے حکیم عبداللطیف صاحب آ رہے ہوتے تھے، کہیں سے مولانا نعیم اللہ صاحب آ رہے ہوتے تھے۔ کہیں سے کوئی عشق کی پڑیا لینے آتا تھا اور کہیں سے کوئی عشق کا پیالہ پینے کیلئے آتا تھا۔ یہ عشق کے سودائی، یہ محبت الہی کے منگتے، یہ محبت الہی لینے والے فقیر بے تاب ہو کر اپنے گھروں سے کھنچے چلے آتے تھے۔

یہ وہاں جاتے تھے۔ وہاں ایک مرلی، اور شیخ تھے جن کی زندگی اللہ رب العزت کے حکموں کے مطابق ڈھل چکی تھی، جن کا سینہ عشق الہی سے بھر چکا تھا۔ وہ عشق کی دوا پختے تھے۔ کبھی کسی کو تنہائی میں بٹھا کر دیتے، کبھی کسی سے بیان کروا کر دیتے، کبھی کسی کو سامنے بٹھا کر دیتے، کبھی کسی کو ڈانٹ پلا کر دیتے۔ جو عشق کی دوا پی لیتے تھے وہ اپنے سینوں میں عشق کی گرمی لے کر جاتے تھے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ جب ان حضرات کے دلوں میں انہوں نے عشق کی ایسی گرمی بھر دی تو پتہ نہیں کہ اللہ نے ان کے اپنے دل میں عشق کی کیا حرارت رکھی ہوگی۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں

اس قلب میں یا اللہ! کیا آگ بھری ہوگی

اللہ رب العزت ہمیں ان جگہوں پر بار بار جانے کی اور وہاں سے عشق کی پڑیا لینے کی توفیق نصیب فرمادے۔

محبت کا سلگنا اور بھڑکنا :

میرے دوستو! ہمارے دلوں میں محبت الہی موجود تو ہے مگر سلگ رہی ہے۔ بھڑکنے والی چیز اور ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کے دلوں میں محبت الہی کی یہ آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔ یہی فرق ایک عام آدمی اور ایک ولی میں ہوتا ہے۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن

ملا کی ازاں اور مجاہد کی ازاں اور

دونوں کے الفاظ و معانی ایک جیسے ہوتے ہیں، کچھ فرق نہیں ہوتا مگر مسجد میں کھڑے ہو کر اذان دینا اور بات ہے اور جہاد کے موقع پر دشمن کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دینا اور بات ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں

کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

ہم جیسے تو کرگس جیسی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ والے شاہین کی سی زندگی

گزارتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو بلند پرواز ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ

لمحہء فکر یہ :

آج اس محفل میں اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے دلوں میں کس کی

محبت غالب ہے۔ مال کی، اپنے عہدے کی، مکان کی، کار کی یا کسی انسان کی۔ اگر دل

کہتا ہے کہ ابھی محبت الہی کا جذبہ غالب نہیں تو پھر وہ وقت کب آئے گا۔ ہم اپنی زندگی

کا کتنا وقت کلمہ پڑھتے گزار چکے ہیں، اگر ابھی تک یہ کیفیت حاصل نہیں ہوئی تو پھر یہ کیفیت ہمیں کب حاصل ہوگی۔

تو عرب ہے یا عجم ہے تیرا لا الہ الا اللہ
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی
جب تک دل گواہی نہیں دے گا یہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہنے کا کیا اثر سامنے
آئے گا۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
ہندو اللہ کو رام کہتے ہیں۔ اس لئے کہنے والے نے کہا:

رام رام چپدیاں میری جبھیا گھس گئی
رام نہ دل وچ و سیا ایسہ کی دھاڑ پئی
گل وچ مالا کاٹھ دی تے منکے لئے پرو
دل وچ گھنڈی پاپ دی تے رام چیاں کی ہو

جب دل میں پاپ (گناہ) کی گھنڈی ہوگی تو پھر رام چپنے کا کیا فائدہ ہوگا۔ اس لئے میرے دوستو! دل سے اس بات کا عہد کریں کہ، اے اللہ! آج سے تیری نافرمانی نہیں کریں گے، آج کے بعد تیرے محبوب ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے۔

لوگ کہتے ہیں کہ جی قرآن مجید پڑھتے ہوئے احساس نہیں ہوتا، جی نماز تو پڑھتے ہیں لیکن پتہ نہیں چلتا۔ بھنی ہمیں محبت ہے ہی کہاں۔ اگر ہے بھی سہی تو بہت تھوڑی، اسے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں نفس سے محبت زیادہ ہے تبھی تو ہم

تہجد میں نہیں اٹھتے۔ ہم آرام پسند ہیں۔ ہمیں مال سے محبت زیادہ ہے اسی لئے زکوٰۃ نہیں دیتے، مال سے محبت زیادہ ہے اسی لئے حرام حلال کھاتے پھرتے ہیں، ہمیں طعام کی زیادہ لذت ملتی ہے اسی لئے گلی بازاروں میں جو کچھ بنا ہوا ہو کھاتے پھرتے ہیں۔ کوئی تحقیق نہیں ہوتی کہ یہ کہاں سے بنا اور کیسے بنا۔

میرے دوستو! ایک وقت تھا کہ اندر جاگتا ہوا دل ہوتا تھا، اندر کا انسان جاگتا تھا، اور آج اندر کا انسان سویا ہوا ہے۔ بلکہ سچ کہوں کہ اندر کا انسان مویا (مرا) ہوا ہے۔ ہمیں اپنی نمازوں پر محنت کرنا چاہئے کیونکہ قیامت کے دن سب سے پہلے انسان کی نمازوں کو دیکھا جائے گا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمیں اب یہ احساس بھی نہیں رہا کہ ہم جو سجدے کرتے ہیں کاش کہ وہ حضوری کے ساتھ کر لیتے۔ اس لئے دل میں جہاں اور تمنائیں ہیں ان میں سب سے بڑی تمنا یہ ہو کہ اے اللہ! میں تجھے ایسے سجدے کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس وقت سب کو بھولا ہوا ہوں۔ ہم اپنے دل میں سوچیں کہ کیا ہم چار رکعتیں ایسی پیش کر سکتے ہیں کہ جن میں تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک غیر کا خیال نہ آیا ہو۔ یقیناً ہمارے لئے اپنی زندگی میں ایسی چار رکعتیں ڈھونڈنا مشکل ہیں۔

اگر آج ہم اپنی نمازوں پر محنت کر لیں تو میرے دوستو! اسی نماز کے پڑھنے سے ہماری پریشانیوں کے حل نکل سکتے ہیں۔ ہم نے اپنی نماز پر محنت نہیں کی ہوتی۔ کھڑے مسجد میں ہوتے ہیں اور دل دماغ گھر میں پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ کئی اوٹ پٹانگ خیال جو عام وقت میں نہیں آتے عین نماز کی حالت میں آجاتے ہیں۔ میرے دوستو! یہ بے جان سجدے کب تک ہم کرتے رہیں گے۔ اللہ سے یوں مانگیں کہ اے اللہ! ہمیں حضوری والی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم ایسی نماز پڑھنے والے بن جائیں

جس میں کسی غیر کا خیال نہ آئے۔ کسی شاعر نے کیا ہی اچھی بات کہی :
 بہ زمین چوں سجدہ کردم ز زمین ندا بر آمد
 کہ مرا خراب کردی تو بہ سجدہء ریائی
 کہ جب میں نے زمین پر سجا کیا تو زمین سے آواز آئی کہ اے ریاء کے سجدہ
 کرنے والے! تو نے مجھے بھی خراب کر ڈالا۔

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
 تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں
 میرے دوستو! ہمیں اللہ رب العزت کی رضا کیلئے عبادت کرنی چاہئے نیاز فحی نے
 کیا خوب فرمایا ہے :

بدگی سے ہمیں تو مطلب ہے
 ہم ثواب و عذاب کیا جانیں
 کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
 عشق والے حساب کیا جانیں
 اللہ رب العزت ہمیں اپنی سچی مکی محبت نصیب فرمادے۔

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
 جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
 بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
 اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے
 اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
 وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝